

قلمی ادب
 عبد الباقی
 سندھ
 ۱۳۹۱/۱۹۶۶
 قمری

1990

Presented by www.ziaraat.com

تعارف

نام	...	منظر حسین
تخلص	...	شاداں دہلوی
ولادت	...	۲۴ اگست ۱۹۲۱ء
والد	...	حکیم محمد عسکری مرحوم ولد مولوی محمد تقی مرحوم
والدہ	...	کنیز زینب مرحومہ بنت سید عابد حسین مرحوم
تعلیم	...	بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ سی۔ ایم آئی بی پی
اہلیہ	...	مبارک سلطانہ بنت سید حسن الزماں مرحوم
اولاد	...	ناہید طلعت۔ یاسمین فرحت نرگس۔ محمد فارقلیط ظفر مرحوم فوزیہ حسین۔
پیشہ	...	اسسٹنٹ ڈائریکٹر ریٹائرڈ (اسٹیشننگ آف پاکستان
رہائش	...	مبارک منزل۔ ۷۴۵ بلاک ۳۴ فیڈرل بی ایریا۔ کراچی
ٹیلیفون	...	۶۳۱۵۳۷۵
خوشنویسی	...	سید شبیہ الحسن امروہوی
اشاعت	...	رجب المرجب ۱۴۱۲ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۳ء
پرہیز	...	
پبلشر	...	سید اینڈ سید ۶ ٹھاکر داس بلڈنگ ایم اے جلال روڈ
		بدل اشتراک ایک سو روپے

جملہ حقوق بحق مبارک سلطانہ محفوظ ہیں

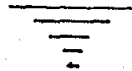
انتساب

- ۱۔ ڈاکٹر سید یاور عباس مرحوم کے نام
- ۲۔ بھائی جان (حکیم محمد ہادی صاحب) کے نام
- ۳۔ اپنی اہلیہ مبارک سلطانہ کے نام

التماس

ایک سورہ فاتحہ برائے ایصال ثواب

والد محترم حکیم محمد عسکری اعلیٰ اللہ مقامہ ولد مولوی محمد تقی مرحوم
والدہ محترمہ کینز زینب مرحومہ بنت سید عابد حسین مرحوم



فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	حمد باری تعالیٰ	۷	۱۵	امام مہدی آخر الزمان ^{مفت}	۱۰۵
۲	نعت رسول مقبول	۸	۱۶	حضرت علی اکبرؑ	۱۸۳
۳	منقبت حضرت علیؑ	۹	۱۷	حضرت زینبؑ	۹۰
۴	فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا	۵۱	۱۸	حضرت عباسؑ	۱۹۴
۵	امام حسن علیہ السلام	۶۲	۱۹	حضرت ابوطالب	۲۱۰
۶	امام حسین علیہ السلام	۷۴	۲۰	میدان مہار	۲۱۳
۷	امام زین العابدینؑ	۱۲۹	۲۱	خم غدیر	۲۰۶
۸	امام محمد باقرؑ	۱۴۸	۲۲	دعوت ذوالعینیرہ	۲۳۰
۹	امام جعفر صادقؑ	۱۵۱	۲۳	شعب ابوطالب	۲۴۲
۱۰	امام موسیٰ کاظمؑ	۱۵۳	۲۴	شب معراج	۲۴۲
۱۱	امام علی رضاؑ	۱۵۵	۲۵	شب ہجرت	۲۴۶
۱۲	امام محمد تقیؑ	۱۶۱	۲۶	فتح خیبر	۲۴۸
۱۳	امام علی نقیؑ	۱۶۹	۲۷	بارغ زندک	۲۵۴
۱۴	امام حسن عسکریؑ	۱۷۳			

عرضِ مطلب

شادان دہلوی

ایک عرصہ دراز سے میری یہ خواہش تھی کہ چہارہ معصومین کی مدح و ثنا پر منقبتی کلام کو کتابی شکل میں یکجا کر کے ان امام بارگاہوں اور مساجد کو فراہم کیا جائے۔ ذواتِ مقدسہ کے جتن دلاوت کی محافل منعقد کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے محدود وسائل ایسے متحمل نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے مواقع پر کوئی مومن بھی نماز کے بعد منبر پر بیٹھ کر کسی شاعر کا کلام پڑھ کر اس یوم کی خوشی پوری کر کے حاضرین کو شاملِ ثواب اور داخلِ حسنات کر دیتا ہے۔ عام طور پر تمام معصومین و ممدوحین کی منقبتیں ایک جگہ دستیاب نہیں ہوئیں۔ بیشتر شعراء کرام کا کلام بجنین پاک سے مناقب تک دستیاب ہے۔ مجبوراً اہل مسجد اور امام بارگاہ ہر معصوم اور ممدوح کے یوم دلاوت پر مولانا علیؒ کی منقبت پیش کر دیتے ہیں۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر میں نے چہارہ معصومین و دیگر ممدوحین کی منقبتیں جن کی محافل عموماً منعقد ہوتی ہیں اور وہ تقریبات جو دینی سطح پر منائی جاتی ہیں مثلاً مباہلہ، غدیر وغیرہ یکجا کر دی ہیں۔ ان میں بیشتر کلام طرحی ہے۔ اندرون اور بیرون ملک منعقد ہونے والی طرحی محفلوں میں پیش کیا جانے والا کلام نہ بر نظر مجموعے میں شامل ہے۔

اس تمام کلام کو جمع کرنے، ترتیب دینے اور موجودہ کتابی صورت تک پہنچانے میں جن کا تعاون مجھے حاصل رہا ہے میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں

اور ان کی توفیق و توفیق میں اضافے کے لئے دعا گو ہوں۔ ان میں عزیز مہر فرزند
 ایدہ، سعید رضا، یاسین فرحت ترخم اور اس کتاب کے خوشنویس سید
 شبیہ الحسن "ضیغ قلم" کے اسمائے محترم شامل ہیں مجھے امید ہے کہ مومنین کرام
 اس کتاب سے مستفید ہوں گے اور ہر معصوم کے یوم ولادت پر جشن منائیں گے دیگر
 ذوات مقدسہ اور دینی تقریبات سے متعلق منقبتیں حسب موقعہ محل متعلقہ تاریخوں
 پر پڑھی جاسکیں گی۔ میری تمنا ہے کہ میری یہ حقیر کوشش مرکز تطہیر شہزادی کوئٹہ
 کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کرے۔ آپ بھی دعا فرمائیں۔

نبیازمند

شاد آلع دھلوکے

حَمْد

خالقِ بزمِ کون و مکان کون ہے
 کون ہے میرے معبود ہاں کون ہے
 ساری مخلوق پر مہرباں کون ہے
 تا ابد مونسِ بیکساں کون ہے
 جلوہ گراں گراں تا کراں کون ہے
 خسر و کشور کن فکاں کون ہے
 کون ہے جس کی قدرت میں ہے یہ میں
 جس کے قبضے میں ہے آسماں کون ہے
 تو اگر ہے قریبِ رگِ جاں تو بچھو
 یہ بتا پر وہ درمیاں کون ہے
 کس نے لائقِ نطو کا سہارا دیا
 جو مٹاتا ہے مایوسیاں کون ہے
 کون شاداں بچاتا ہے آفات سے
 اس کڑی دھوپ میں سائباں کون ہے

لَعْنَتُ

روشن جو ہوئی مشعلِ کردارِ محمدؐ
 ممکن نہ رہا دہر سے انکارِ محمدؐ
 ہستی کی کڑی دھوپِ مجلسِ دینی و گرنہ
 آجاؤ تہہ سایہ دیوارِ محمدؐ
 ہیں ذاتِ محمدؐ کے احاطے میں دو عالم
 ہے ذاتِ خدا مرکز پر کارِ محمدؐ
 شاہی کا مزہ لیجئے غلامی کے شرف میں
 بلک جائیے چل کر سربازِ محمدؐ
 غالب نہ رہے گی کوئی تہذیب و ثقافت
 سینے سے لگائیے لہجہ اقرارِ محمدؐ
 توجید کے پروانوں کو نشاواں یہ تبادو
 ایمان کی بنیاد ہے اقرارِ محمدؐ



حضرت علی علیہ السلام

علیؑ کی دسترس میں ہیں طنائیں بزمِ امکاں کی
 نہ جانے کون سی منزل ہے یہ توفیقِ انساں کی
 نصیری ہیں فقط سرشارِ طغیانِ محبت سے
 نہیں اس میں کوئی صوتِ جنونِ فتنہ ساماں کی
 کہوں کیا ”یا علیؑ“ کہنے کا کتنا شوق ہے مجھ کو
 ضرورت پڑتی رہتی ہے مری کشتی کو طوفاں کی
 ہمیں ضبطِ محبت کی وہی توفیق دیتے ہیں
 وگرنہ راز کہہ دیں دھجیاں جیب و گریباں کی
 علیؑ اک معجزہ ہیں اب بھی سیلابِ فضائل کا
 ہر آئینہ شہادت دے رہا ہے چشمِ جبرائیل کی
 اک احساسِ تحفظ ہے جو طوفاں لڑتا ہے
 کسی کو کیا خبر لذت ہے جو قربِ رگِ جاں کی
 دل تنہا مگن ہے حُبِ جید کی اسیری میں
 خبر ہے یوسفؑ بے کارواں کو حسنِ زنداں کی



یقین ساڑ داماں ہے ہراہل تو لا کو!
زجہ کئے کتنی وسعت مرے مولا کے داماں کی
ہمیں کیا اس مطلب کون کب ایمان لایا ہے
علیؑ ہیں کل ایماں لبس یہی ہے بات ایماں کی
نقط حب علیؑ ہے اکفیان کا فیان اے دل
دوا کوئی نہیں ہے اس اچھی درد عصیاں کی
یہ طوفان بلاک روزان کو بھی ڈبو دے گا
زیارت کر رہے ہیں اب بھی جو ساحل طوفان کی
”نشان حیدر“ اس کا اعتراف کاٹھیا تی ہے
شجاعت علامت شاہ مرواں شیر نیرزاں کی
ہمیں تو ہر قدم نادر علی پڑھنے کی عادت ہے
رسائی ہوگی ہم تک کس طرح آلام دوہلاں کی
نہ جلنے ناخدا غافل ہیں کیوں اب تک سفینوں سے
بہمت نزدیک آپہنچی ہیں موجیں اب تو طوفان کی
طواف مشہد رقم کر چکا ان کی عنایت سے
بخف اور کر بلا پہنچے یہ اب حسرت شاداں کی

اسی اعجاز پر تو سترنگوں ہے چرخ مینائی
 کہ اک مولا کا بندہ اور سب بندوں کی مولائی
 میسر ہے کسے دنیا میں یہ شانِ مسیحائی
 کہ جس پر جان جاتی ہے اسی سے زندگی پائی
 علی دنیا میں آئے پر تو نور نبی بن کر
 بروئے کار آیا حسن کا ذوقِ خود آرائی
 یہ دیوانے دلیلِ راہ عقلِ مہوش ہیں بیشک
 رہِ حُبِ علی میں بچو دی ہی ان کے کام آئی
 بلندِ آسماں کی خاک میں مل جاؤ گی شاداں
 جو ان کے در سے اپنا سر اٹھالیں ان کے سوائے



منظر کبریا علی مولا
 نازش ادیباء علی مولا
 سایهٔ ابر رحمت یزدان
 بحر لطف و عطا علی مولا
 فخر محراب، زینت منبر
 رهبر و رہنما علی مولا
 نور شمع ازل چراغ ابد
 ابتدا، انتہا علی مولا
 ضو فکن، ضو فشان رخ تابان
 شرح بدالذی علی مولا
 محرم اصل راز کن فیکون
 واقف سلا علی مولا
 حامل ائما یزید اللہ
 زیر قفل کساء علی مولا

خبرِ ابتداءِ دینِ میں
 مژدہ جالِ فزا علیؑ مولا
 وجہِ تحقیرِ نخوتِ مرحب
 شیرِ خیرِ کشاءِ علیؑ مولا
 حقِ طلب، حقِ شناس حقِ آثار
 حقِ نگر، حقِ نما علیؑ مولا
 وجہِ بے اختیارِیِ الفاس
 ہر شکستِ صدا علیؑ مولا
 حسرت، ارمان، آرزو، اُمید
 التجا، آسرا علیؑ مولا
 جذب و تاشیرِ نالہ شاداں
 جانِ آہِ رسا علیؑ مولا





انزل سے جاوے تسلیم پر رواں ہیں علیؑ
 جہاں جہاں ہیں محمدؐ وہاں وہاں ہیں علیؑ
 لسانِ غیب ہیں، قرآن کی زباں ہیں علیؑ
 بہر طریقِ مشیت کے رازداں ہیں علیؑ
 ذرا خلوصِ تعلق سے کام لے دُنیا
 وہاں خرد کی رسائی نہیں جہاں ہیں علیؑ
 یہی اساسِ شریعت، یہی حقیقتِ دین
 کہ داستان ہے یقینِ زبِ داستان ہیں علیؑ
 مالِ فکر سے دنیا ابھی نہ ہو مایوس
 ابھی خرد کے اندھروں میں ضوفشاں ہیں علیؑ
 بس اک پیامِ مسلسل، بس ایک دسِ مدام
 کبھی جو ختم نہ ہوگی وہ داستان ہیں علیؑ
 ہجومِ یاس میں جب بھی علیؑ کا نام لیا
 تو دل نے صاف یہ دیکھا قریب جہاں ہیں علیؑ

یہ اور بات کہ نانِ جویں نہ توڑ سکیں
مگر زمینِ شجاعت کے آسماں ہیں علیؑ
ہمیں مصائبِ دوراں کیا عرضِ شاداں
سکونِ دل ہیں محمدؐ قرارِ جاں ہیں علیؑ



قیامت تک بیاں کرتی رہے مفہوم کوثر کو
خدا نے دی ہے یہ عزت فقط نسلِ پیغمبر کو
حرم سے مل گیا ہے قوتِ بازو پیغمبر کو
صنم کعبے کے اب رویا کریں اپنے مقدر کو
علیؑ کا نام لینے کی اگر ہمت نہیں ہوئی
غلامانِ علیؑ آواز دے لیتے ہیں قبر کو
شرابِ حبِ جِدِّ اصل میں امِ الحاسن ہے
یہ کر دیتی ہے صقیلِ غفلِ انسانی کے جوہر کو
خدا لگتی کہو اس میں نصیری کی خطا کیا ہے
سمجھ سکتی ہے کیا عقلِ بشرِ اوصافِ جید کو

تجارت کر رہے ہیں آج جو افکار جیدہ کی
 وہی کل بیچ دیں گے مسجد و محراب و منبر کو
 علیؑ کی معرفت کا ذکر ہی کیا ہے خرد دالو
 کئی صدیاں ابھی درکار ہیں عرفانِ قنبر کو
 نزاکت آبگینوں کی طبیعت کا تقاضہ ہے
 بخانے لوگ کیوں شیشوں سے ٹکراتے ہیں پتھر کو
 خدا معلوم اب محشر میں اس کا حشر کب ہوگا
 طلب جس نے کیا دربار میں خاتونِ محشر کو
 علیؑ کی زندگی میں ایسی کوئی شب نہیں آئی
 دُعاؤں سے رہی ہے یندہ پیغمبر کے بستر کو
 خرد کو جامِ صحت، الفتِ حیدر سے ملتا ہے
 ہم اس محفل میں ٹکراتے نہیں ساغرے ساغر کو
 قیامت تک اب ایسا معجزہ شاداں نہیں ہوگا
 نعلین سے کبھی دیوار کو دیکھو کبھی در کو



اگر یقین ہے کہ حبّ علیؑ عبادت ہے
 تو زندگی ہی نہیں موت بھی عبادت ہے
 نہ ہے یہ آیہ محکم نہ سورہ قرآن
 مگر تلاوتِ نادِ علی عبادت ہے
 کوئی نصیری کسی مجتہد سے کہتا تھا
 تری خرد مری دیوانگی عبادت ہے
 اگرچہ طاعت خالق ہے واجبِ عینی
 مگر ولّائے علیؑ لازمی عبادت ہے
 کبھی علیؑ کو خدا سے الگ نہ پاؤ گے
 کہو بنام خدا یا علیؑ عبادت ہے
 علیؑ کو دیکھ کے اللہ یاد آتا ہے
 جیسی زیارتِ روئے علیؑ عبادت ہے
 میں بھول کر بھی بخف میں اگر پہنچ جاؤں
 تو جان لو کہ میری گمراہی عبادت ہے

مدارِ علم کا حلال مشکلات کا ذکر
 کبھی یہ دل کی کبھی عقل کی عبادت ہے
 درود میں کوئی شرط قبولیت بھی نہیں
 پڑھو درود کہ یہ کام کی عبادت ہے
 خدا بھی اس کے فرشتے بھی آپ بھی ہم بھی
 شریک جس میں ہیں سب وہی عبادت
 متاعِ جاں میں حدیث کساء دُعا علی
 یہ میری صبح کی یہ شام کی عبادت ہے
 علیؑ کو دیکھ رہا ہوں میں نزع میں شاید
 میری حیات کی یہ آخری عبادت ہے



علیؑ کی مدح کو قرآن کی شان دیتے ہیں
 نبیؐ زمیں کو نیا آسمان دیتے ہیں
 کہا علیؑ نے بتوں سے یہ گھر کرو خالی
 کہ لا مکان کو ہم یہ مکان دیتے ہیں

علاجِ گرمی محشر ہے دامنِ جدر
 کڑی ہے دھوپِ لویہ سائبانِ دیتے ہیں
 وہ فصلِ حب علیؑ جو لگا ئی مشیم نے
 ہم اہل شوق اسی کا لگان دیتے ہیں
 علیؑ علیؑ کے ہیں نعرے علیؑ سے ہیں خالی
 نماز پڑھتے نہیں ہم اذان دیتے ہیں
 ”علیؑ کو یہ نہ کہو اور علیؑ کو وہ نہ کہو“
 کب ایسی باتوں پہ ہم لوگ دھیان دیتے ہیں
 ہوئی سپاہِ صحابہ تو تین دن پسپا
 سوابِ رحل کو پیمر نشان دیتے ہیں
 وہ دوستانِ علیؑ بھی ہیں دشمنانِ علیؑ
 جو لوگ حسبِ ضرورت بیان دیتے ہیں
 ہمارا خویش نہ ہو گا کوئی تمہارے سوا
 علیؑ کو آج پیمر زبان دیتے ہیں
 مئے دلاء کو بنا تے ہیں اس طرح طاہر
 اسے کسائے یمانی میں چھان دیتے ہیں

یہ خود شجاعتِ حیدر کا اعتراف بھی ہے
 بہادروں کو جو تمتعہ نشان دیتے ہیں
 کہا خدا نے فرشتوں سے یہ شب، بھرت
 کہ بھائی بھائی پہ اس طرح جان دیتے ہیں
 خلیل ایک پسروے رہے تھے حق کے لئے
 مگر حسین تو کل خاندان دیتے ہیں
 غمِ حسینؑ میں روتے ہیں عاقبت کے لئے
 خود اپنی فصل کو پانی کسان دیتے ہیں
 زکوٰۃ علم نبی دیں گے ہم فقیروں کو
 سخی تو ایسی ہی ساعت پہ دان دیتے ہیں
 ہر ایک جنگ میں سارے بہادروں کو علیؑ
 شجاعتوں کی نئی داستان دیتے ہیں
 علیؑ کی مدح میں اچھا شعر کہتا ہے
 ہم اس کو دادِ سخن بے تکان دیتے ہیں





گھر ہوا، میدان ہوا، مسجد ہوئی، منبر ہوا
 کون لے جانِ ابوطالب ترا ہمسر ہوا
 جو بھی دنیا میں عدوئے آلِ پیغمبر ہوا
 زندگی کیسی کر مرنا بھی اسے دو بھر ہوا
 تا قیامت جو رہے کا ضامنِ آلِ رسولؐ
 جلوہ گروہ تاجدارِ کشور کو شر ہوا
 بن گیا شمعِ حرمِ پیشانیِ آدم کا نور
 پیشِ منظرِ جس کو سمجھے تھے وہ پسِ منظر ہوا
 اس نے دیکھے اپنے قدموں میں شہنشاہِ بونج
 جب کبھی اپنے تخیل میں کوئی قنبر ہوا
 خود بخود دونوں جہاں کے مسئلے حل ہو گئے
 مدحتِ آلِ نبی پہ جب سے میں نوکر ہوا
 بد نصیبی اس کو کہتے ہیں کہ حیدر کا عدو
 چھوڑ کر یہ گھر ہمیشہ کے لئے بے گھر ہوا

جس نے اکثر آپ کو آواز دی بہرِ مدد
ہم نے دیکھا ہے کہ عقدہ اس کا حل اکثر ہوا
اسکی شہ زوری کا شاہد اس کی جرأت کا گواہ
کلمہ اُزد رہا ہوا، دروازہ خیمہ ہوا



علیؑ کی مدح میں تو فنیقِ شاعری پائی
جس آگہی کی طلب تھی وہ آگہی پائی
علیؑ نے فکرِ ابوطالب جبری پائی
وفا کا نور، صداقت کی روشنی پائی
جدِ اربعہ سے قوسین کی بلندی تک
علیؑ نے کوئی بھی منزل نہ اجنبی پائی
وہ جس کی فکر تھی شائستہ مزاجِ رسولؐ
اسی نے باتِ درِ شہرِ علم کی پائی
نصیرِ لوں کی خطا کیا علیؑ کے بارے میں
یہ ہم نے اپنی بھی حالت کبھی کبھی پائی

یہ معجزہ کبھی غلاموں نے بارہا دیکھا
 کہ موت ڈھونڈھنے نکلے تھے زندگی پائی
 وہ صبح غارِ حرا ہو کہ شامِ حشرِ غدیر
 علیؑ کی ذات میں ہر ایک برتری پائی
 مردوں کی سزا دی وہیں پہ دُنیا نے
 جہاں بھی جرأت اظہار میں کمی پائی
 یہ راز کھل گیا دیوار کے تبسم سے
 مکین ملے تو مکاں نے بھی زندگی پائی
 ہوا ہے، نہجِ بلاغہ کے جاشینوں طلوع
 جس آفتابِ قرآن نے روشنی پائی
 یہ کس چین کی روایت ہے منفرد کہ جہاں
 ہر ایک پھول نے مرجھا کے تازگی پائی



سپر ہوئی، میں تمہاری شجاعتیں کیا کیا
 دگر نہ دین پہ آتیں مصیبتیں کیا کیا
 کھیل و بوزر، سلمان و قنبر و مقداد
 خراج دیتی ہیں تم کو مجستیں کیا کیا
 تمہاری وسعتِ اوصاف پر ہمیشہ سے
 میں تنگنائے خرد کو ندامتیں کیا کیا
 ملا ہے کتنے رسولوں کے معجزوں کا سلام
 نہاں تھیں دستِ خدا میں کرامتیں کیا کیا
 تمہارے ذکر تمہاری فضیلتوں کے طفیل
 ملی، میں اہلِ قلم کو سعادتی کیا کیا
 بہت قریب تھی دُنیا مگر غریب کے بعد
 عیاں ہوئی ہیں دلوں کی کدورتیں کیا کیا
 تمہاری ذات ہے دیباچہ کتابِ خدا
 ملی ہیں دین کو تم سے وضاحتیں کیا کیا

کبھی جو دیکھا ہے ہم نے ولا کا آئینہ
 نظر پہ ہو گئیں قربان حیرتیں کیا کیا
 یہ آرزو تھی کہ مولا کی منقبت کہتے
 نہ کہہ سکے تو ہیں خود سے ندامتیں کیا کیا
 غمِ حیات سے فرصت ملے تو غور کرو
 ہیں ذکرِ آلِ محمد میں راحتیں کیا کیا
 علیؑ کو ہم نے پکارا ہے جب محبت سے
 ہمارے سر سے ٹلی ہیں مصیبتیں کیا کیا



مِرخ بہ مِرخ تابندگی پیکر بہ پیکر آفتاب
 ہو گیا ہے آج تو ہر ذرہ بڑھ کر آفتاب
 آگیا تیرہ رجب کو مِرخ بدل کر آفتاب
 آسماں پر ماہِ کامل ہے زمیں پر آفتاب
 قنبر و سلمان و مقداد و ابوذر آفتاب
 پیش کر سکتے ہیں ہم بہتر سے بہتر آفتاب

قوتِ دستِ خدا پر میں قیامت تک گواہ
 کلمہ اُتر دے پر جبریل، خیبر آفتاب
 پی رہا ہوں بادۂ پُر نورِ حُبِ مرتضیٰ
 آگیا ہے میرے ساغر میں کھل کر آفتاب
 آنکھ سے آنسو رواں ہیں حسرتِ دیدار میں
 مہرباں ہو جائے اب بنم کے اوپر آفتاب
 اُس نے بھی کھائی ہے ٹھوکر تیر کی بغض میں
 ایک دن میں جس نے دیکھا ہے مکرر آفتاب
 فاصلہ گردشِ توانائی کششِ رفاقت
 کیلئے رد کر گیا کتنے پلٹ کر آفتاب



راہِ عرفاں میں جسے پیر و تنبہ دیکھا
 ہم نے تو اس کو بھی قسمت کا سکندر دیکھا
 حکمت و عدل و شجاعت میں برابر دیکھا
 ہر میدان، ہر مسند، ہر منصب دیکھا

پرورش کر کے دیا خلق کو جبر و کھیا
 نوع انساں پر یہ احسانِ پیمبر دیکھا
 تھک کے اُلجھ ہوئے ذہنوں نے غدا کھڈالا
 جب تمہیں قوتِ ادراک سے برتر دیکھا
 درحقیقت ہے وہی منزلِ عرفانِ رسول
 خود جسے ڈوبتے سورج نے پلٹ کر دیکھا
 آپ کو یورشِ آلام کا شکوہ ہے بہت
 کیا کبھی نامِ علیؑ آپ نے لیکر دیکھا
 دل میں مولا کی محبت کو بسا رکھا ہے
 یوں سما جاتا ہے گوزے میں سمندر دیکھا
 اب وہ کبھے کے منہ ہوں کہ عرب کے سردار
 سزگوں کر دیا ان کو جنہیں خود سر دیکھا
 جب کبھی دین پہ آ پرخ آئی تو پیغمبرؐ نے
 دیکھ کر سوئے فلکِ جانبِ حیدر دیکھا
 ذوالعشرہ میں بھی بخت میں بھی غزوات میں بھی
 آپ نے حوصلہٴ نفسِ پیمبر دیکھا



جو اختیارِ مودّت کی راہ کرتے ہیں
 تری دلا پہ خدا کو گواہ کرتے ہیں
 وہ دو قدم بھی ترے ساتھ چل نہیں سکتے
 جو اپنے دیدہ و دل فرشتہ راہ کرتے ہیں
 طلب ہوتی ہیں ہم کو ندامتیں کیا کیا
 جب اپنی فردِ عمل پر نگاہ کرتے ہیں
 جو لوگ راہِ طلب کو تباہ کرتے ہیں
 بجائے حبِّ علیؑ حبِّ جاہ کرتے ہیں
 بخف کی گرمی بازار کوئی کیا جانے
 ہم اہلِ دل اُسی یوسفؑ کی چاہ کرتے ہیں
 ہے دین کا یہ تقاضا تجھے خدا نہ کہیں
 ہم اپنے آپ کو خودِ انتباہ کرتے ہیں
 دُہائی دیتی ہیں قدریں خدا شناسی کی
 فضیلتوں پہ تری جب نگاہ کرتے ہیں

ہماری راہ سے ہٹ کر کوئی رہہ نہیں ملتا
 مگر پھر بھی زمانہ ہم سے خوش ہو کر نہیں ملتا
 امامت کو نہ پرکھیں لوگ جمہوری تقاضوں پر
 کہ یہ منصب بغیر مرضی داور نہیں ملتا
 نصیری فکر کو اہل خرد کیا کہہ کے طالبین گئے
 کوئی انسان اب تک اُس بلندی پر نہیں ملتا
 اُسی شاعر کو حق ہے صرف مدح آلِ اطہر کا
 جواب اب حکومت کبھی دب کر نہیں ملتا
 چراغ و مسجد و محراب و منبر دیکھنے والو
 ہمتیں اب بھی نشانِ عظمتِ حیدر نہیں ملتا
 درِ حیدر ہی معراجِ ہر تسلیم ہے شاید
 وہی در در بھٹکتا ہے جسے یہ در نہیں ملتا
 نہیں جھکتی فرشتوں کی جبیں ہر آستانے پر
 ہر اک تلوار کو جبریلؑ کا شہ پر نہیں ملتا

بھٹکتا پھر رہا ہے یوں زمانہ بغضِ حیدر میں
 کہ جیسے گھپ اندھیکر میں خود اپنا گھر نہیں ملتا
 علیؑ ہی وارثِ علمِ لدنی ہیں دو عالم میں
 ثبوت اس کا، تمہیں کیا برسرِ منبر نہیں ملتا
 علیؑ کی ذات ہے بس منظمِ نورِ خدا ورنہ
 کوئی قرآن کے اوصاف کا سیکر نہیں ملتا
 خرد والو سمجھ میں کر بلا جب تک نہیں آتی
 سراغِ مقصدِ تخلیق پیغمبرؐ نہیں ملتا
 غمِ دوراں سے فرصت ہی نہیں ملتی اُشیاں
 وہ دل جس کو زمانے میں غمِ سرور نہیں ملتا



بتائیں کیا فقیروں نے تمہارے در سے کیا پایا
 صدائے قبل پایا اور تمنا سے سوا پایا
 خدا کا ایک بندہ جس کو بندوں نے خدا پایا
 اُسی بندے کا سر خالق کے سجد میں جھکا پایا
 قدیم و حادث و ہست و عدم سے ماورایا
 اُسی کو ابتدا پایا اُسی کو انتہا پایا
 وہ تجھ سے دور ہو کر کیوں جہنم کی طرف جا
 ترے گھر کے پتے سے جس نے جنت کا تیر پایا
 سنواری اک وسیلے نے مری دنیا بھی عقبی بھی
 سہارا زندگی کا اور اجل کا آسرا پایا
 علیؑ کے ذکر نے بخشی فضیلت میر لفظوں کو
 مری فکرِ ثناء گستاخ کا ادب چاہو گیا پایا
 خرد کی بے بسی بے چارگی کا یہ بھی اک کُرخ ہے
 کہ بندوں نے خدا کے ایک بندے کو خدا پایا

بھنور حکم ارہے ہیں تنقل وہ نا خدا پایا
 گہری ہیں مشکلوں میں مشکلیں مشکل کشا پایا
 اثر خود ڈھونڈنا پھرتا ہے اب میری عاؤں
 مثالِ اسمِ اعظم وہ وسیلہ واسطہ پایا
 مُرادیں سب کی پوری ہو گئیں تیرے وسیلے سے
 دُعاؤں نے ہمیشہ تیرا دروازہ کھلایا
 معانی کا عامہ رکھ دیا الفاظ کے سر پر
 شجاعت اور سخاوت نے تجھی سے حوصلہ پایا
 سرِ آیاتِ قرآنی پہ دستارِ عمل باندھی
 ترے کردار سے دینِ خدا نے راستہ پایا
 ہمیں بغضِ علیؑ حاصل نہیں حُبِ علیؑ حاصل
 بتاؤ تم نے کیا کھویا تم لوگوں نے کیا پایا
 علیؑ کے دشمنوں کے جس نے ہمدردی جتنائی ہے
 اُسے بیماریِ بغض و حسد میں مبتلا پایا
 دلوں کا بغض دیواروں کی تحریریں ظاہر ہے
 یہ پاکستان میں عزمِ نظامِ مصطفیٰ پایا



جو قلم وقفِ شنائے آلِ اطہر ہو گیا
 مرتبے میں وہ قلم جبریل کا پیر ہو گیا
 مرکزِ حُبِ علیؑ قلبِ منور ہو گیا
 جاگزیں اس طرح کونے میں سمندر ہو گیا
 کعبہ حیدر کی ولادت سے منور ہو گیا
 جو بتوں کا گھر تھا پھر اللہ کا گھر ہو گیا
 قطرہ اشکِ ولایکوں پہ ابھر اذعتا
 پھر یہ قطرہ اپنی وسعت میں سمندر ہو گیا
 جس نے اکثر آپ کو آواز دی بہرِ مدد
 ہم نے دیکھا ہے کہ اُس کا کام اکثر ہو گیا
 لے چلا تھا سیلِ عصیاں مجھکو دوزخ کی طرف
 منقبت کہنا مگر میرا مقدر ہو گیا
 کیا خدا کی شان ہے مدحِ علیؑ کے باب میں
 میرا دوزخِ حیرت کا منصب برابر ہو گیا

اشک بھی ہوتے ہیں اظہارِ مسرت کی سبیل
 کیا خدا جانے تجھے لے دیدہ تر ہو گیا
 اکتسابِ نور کا اب ہوگا آغازِ سفر
 ضوِ نگرِ وہ آفتابِ ذرہ پر درہ ہو گیا
 اک مسلمان سنا جسے مولانا نے سلماں کر دیا
 ایک بے زحمت جیتر میں ابو ذر ہو گیا
 تا ابد باقی ہے اس دنیا میں اولادِ رسولؐ
 جس کو دنیا نے کہا ابتر وہ کوثر ہو گیا
 مسترد کرنے لگا حکمِ خدا قولِ رسولؐ
 آدمی بغضِ علیؑ میں کیسا پختہ ہو گیا
 جو روشِ پامال تھی اُسے ضروری تھی گریز
 کوئی کیا جانے کہ کیوں دیوار میں درہ ہو گیا
 آج میری فکر کا عنوانِ مہنونِ شہید
 منقبت کہنے کا اک لمحہ میسر ہو گیا



قرآن جس نے غور سے اک بار پڑھ لیا
 اس نے مزاجِ جید کر آ پڑھ لیا
 صفین و نہر دان و حمل جو سمجھ گیا
 اس نے امیر شام کا کردار پڑھ لیا
 ڈالی زگاہ نسخہ حب علیؑ پہ جب
 ہے کون کس مرض میں گرفتار پڑھ لیا
 چھینا ملوکیت نے خلافت کو کس طرح
 سمجھو گے تم جو شام کا اخبار پڑھ لیا
 داب تہ ہو رہے ہیں جو نسلِ یزید سے
 ان کا بیانِ مصلحت آٹھار پڑھ لیا
 اب اپنے دل کا حال نہ ہم سے چھپائیے
 چہرہ تو ہم نے آپ کا سرکار پڑھ لیا
 مضمون کی نگارش بین السطور میں
 دل کا مرض، شعور کا آزار پڑھ لیا



ولائے آل کو اپنا دُوزندگی کے لئے
 یہ اک علاج ہے احساسِ کمتری کے لئے
 اگر قلم نہ اٹھے، مدحتِ علی کے لئے
 تو پھر اجل کی دُعا مانگتے ندگی کے لئے
 بساطِ عقل ہے کم الفتِ علی کے لئے
 یہاں جنوں کی ضرورت ہے آگہی کے لئے
 بخف کی شام و سحر کی عجب بہاریں ہیں
 یہاں اجل بھی ترستی ہے زندگی کے لئے
 خدا کے گھر کو لگا دی اسی چراغ سے آگ
 خدا نے تم کو دیا تھا جو روشنی کے لئے
 کرو گریز نہ ذکرِ حسین سے ورنہ
 تمہاری آنکھ ترس جائے گی مٹی کے لئے
 عجب ہے منزلِ عرفان ذاتِ نفسِ رسولؐ
 جہاں جنوں نے قدم بڑھ کے آگہی کے لئے



انخوتیں بھی ہیں برحق مگر واللہ علیٰ
 اک اجنبی کا سہارا ہے اجنبی کے لئے
 بس ایک موج سلونی بقدر ظرف طلب
 فراتِ علم ہے ذہنوں کی تشنگی کے لئے
 بہ اذن رب ہوئے جبریل پنجتن میں چھٹے
 کساء کی در نہ سعادت نہ بھٹی کسی کے لئے
 وہ ایک ثانیہ جس کو ہو تیرا قرب نصیب
 وہ ایک ثانیہ کافی ہے اک صدی کے لئے
 یہ کس نے ان کی قباؤں کو تار تار کیا
 کھلے تھے پھول تو گلشن کی نازگی کے لئے





ہم نے خود را از منزل رسی کہہ دیا
 جب بھی ٹھوکر لگی یا علی کہہ دیا
 جو نصیر سی لگا تار کہتے رہے
 ہم کبھی کہہ نہ پائے، کبھی کہہ دیا
 ہم دُعا میں وسیلے کے محتاج ہیں
 جب بھی مانگی دُعا یا علی کہہ دیا
 محب آلِ نبی میں جو موت آگئی
 حق نے اس موت کو زندگی کہہ دیا
 اپنے فریاد رس یا خدا یا علی
 یا خدا کہہ دیا، یا علی کہہ دیا
 زندگی بھرانہ پیروں میں بھٹکے تم
 تیرگی کو اگر روشنی کہہ دیا
 غیر ممکن ہے عرفانِ نفسِ نبی
 جس نے جو کچھ بھی سمجھا وہی کہہ دیا



نزع کا کیسا ذکر مداح علیؑ کے سامنے
 موت شرمندہ کھڑی ہے زندگی کے سامنے
 دشمنی نادم ہے ایسی دوستی کے سامنے
 مت اُچھا لو خامیاں اپنی کسی کے سامنے
 خود اُجاگر کر دیئے دنیا پر تم نے سارے عیب
 بد نما تصویر الٰہ کے روشنی کے سامنے
 گر نہ ہوتا بغض اہل بیت میں عقبی کا خوف
 آپ کھل کر آچے ہوتے کبھی کے سامنے
 جو فیصل رب درِ مشکل کشا پر جھک گیا
 پھر وہ سر جھکتا نہیں ہرگز کسی کے سامنے
 عقل نے مولا کہا تجھ کو مگر دل کا خیال
 ہم بیاں کر ہی نہیں سکتے کسی کے سامنے
 دل کی دھڑکن قید ہو سکتی نہیں الفاظ میں
 ہم ہیں چپ احساس کی بالیدگی کے سامنے

کیوں نہ اپنے ظرف مئے نوشی پہ جھکنا زبو
 ساقی کو شر تری دریا دلی کے سامنے
 میری بالیں پہ علی داییں حسن بایں حسینؑ
 موت کی اب کیا حقیقت زندگی کے سامنے
 وقت نے اک بار پھر دنیا پہ ثابت کر دیا
 حق کے متوالے نہیں ٹھیکے کسی کے سامنے
 ہوا اگر دل میں تولائے علیؑ حب رسولؐ
 سیرت آلِ عبا ہو زندگی کے سامنے
 پھر یہ تخت و تاج و ملک دلشکر و طبل و علم
 بسج ہے سب کچھ غلامانِ علیؑ کے سامنے
 یہ تو اس دنیا نے دیکھا ہے کہ آخر کس طرح
 خسرو کی دم توڑتی ہے قبری کے سامنے
 میں نے کب دعویٰ کیا عرفانِ مولا کا مگر
 عقل حیراں ہے میری دیوانگی کے سامنے
 کس طرح جلے نجف کس طرح جا کر بلا
 مسئلہ اب یہ ہے شاداں دہلوی کے سامنے



نصیری کھل گئے فقدانِ ضبطِ حبِ حیدر سے
 زباں پر دل کی بات اب تک لائے ہم اسی سے
 ہمارا دل منور ہے دلائے آلِ اہلِ اہر سے
 ہمیں کیا واسطہ مرقد کے وحشتناک منظر سے
 فضاؤں کو بھلا رومالِ زہر سے تعلق کیا
 بھلا بادل کو کیا نسبت ہمارے دیدہ تر سے
 قصیدہٴ منقبت، نعتیں، مسدس، مرثیہ نوحے
 سفر پر ہم یہ سامانِ سفر لے جائیں گے گھر سے
 علی کا ذکر اپنی صحتِ عقلی کا ضامن ہے
 ہم اس محفل میں ٹکراتے نہیں ساغر کو ساغر سے
 بتوں کو توڑ کر ماضی دکھایا بت پرستوں کو
 بنائے کتھے آئیے میرے مولانا پتھر سے
 حسیت کا وہ پرچم نہ شاداں سرنگوں ہوگا
 بنایا تھا جو بعد کر بلا زینب کی چادر سے



وہ تمنائے غلامی اور وہ قنبر کا جواب
 ہے بھلا دُنیا میں اب میرے مقدر کا جواب
 نقشِ پائے ساقی کو شرب ہے میری جبین
 آسماں کے بس باہر ہے میرے سر کا جواب
 گنبد بے در کھلے گا کل نبی کے واسطے
 آج حیدر کو ملا دیوار سے در کا جواب
 گود میں لے کر علیؑ کو مسکرائے یوں رسولؐ
 مل گیا ہو جیسے آئینے کو جوہر کا جواب
 از محمدؐ تابہ مہدیؑ سلسلہ ہے نور کا
 یعنی پس منظر سے والبتہ ہے منظر کا جواب
 وہ جو سجدے میں جھکا اور حشر تک سجدے میں
 کون سی محراب لا سکتی ہے اس سر کا جواب
 شافعِ محشر سے سامانِ شفاعت کا سوال
 داوہِ محشر کو وہ خاتونِ محشر کا جواب

آفتوں میں یا علیؑ کہنے کا یارا مل گیا
 بے سہارا زندگی کو سہارا مل گیا
 ہے متاعِ حُبِ حیدر ایک عنوانِ نجات
 جس کو یہ کشتی ملی اس کو کنارا مل گیا
 بُت پریشاں ہو گئے کعبے کا دارِ دیکھ کر
 اہل ایمان کو خدا کا گھر دوبارہ مل گیا
 سن کے بس نامِ علیؑ اس غم کو مایوسی ہوئی
 زلیست میں گر کوئی غم قسمت کا مارا مل گیا
 مسکرائی فاطمہ زہراؑ اس کو دیکھ کر
 چلنے دیوارِ حرم کو کیا اشارا مل گیا
 پسکرا و صاف قرآنی علیؑ کی ذات ہے
 اس طرح دینِ مبیں کو استعارا مل گیا
 تم نے خود لکھے کتابوں میں رنگیلے واقعات
 اس طرح سلمانِ رشدی کو سہارا مل گیا
 بے یقینی تم نے پائی ہم نے حُبِ اہل بیت
 تم کو طوفان مل گیا ہم کو کنارا مل گیا



جب بھی گردابِ بلا میں منہ نکلا یا علیؑ
 ہم نے دیکھا ہے کہ طوفاں میں کنارِ امل گیا
 گود میں پیغمبرِ آخر کے ہے پہلا امام
 مئے کشوں کو اذنِ مئے نوشی دوبارِ امل گیا
 کوئی دنیا میں ہمارا تو ٹھکانہ ہی نہ تھا
 خوبیِ تقدیر سے یہ درمستارِ امل گیا
 کلِ حق کی پیروی ہر عصر کا منشور ہے
 صبر کو چھوڑا تو انساں کو خسارِ امل گیا
 اب نہ ہم کو فکرِ منزل ہے نہ خوفِ گمراہی
 جو علی کے در پہ اُترا وہ ستارِ امل گیا

یہ وصف لازوال تو حُبِّ علیؑ میں ہے
 راحت وہی اجل میں ہے جو زندگی میں
 پر تو نصیر بیت کا دلّے علیؑ میں ہے
 پر جو صلہ کسی میں نہیں ہے کسی میں ہے
 ترکِ انا کی شرط دلّے علیؑ میں ہے
 حسن طلب خودی میں نہیں بیخودی میں ہے
 اے خسرو دیارِ سلوئی تجھے سلام
 خطبوں میں جو ہے بات وہی خاموشی میں ہے
 تو قیرو صبر و عظمت و خوداری و وقار
 سیرابیوں میں اب بھی نہیں تشنگی میں ہے
 ہے کس کے صبر کا یہ کرشمہ کہ آج بھی،
 دریا اسیر شکوہ کم مائیگی میں ہے
 وہ اس کے معترف ہیں جو دانائے راز ہیں
 بہلول کا وقار ہی دیوانگی میں ہے

بھٹکی ہوئی خردشب معراج بول مٹھی
 ہے آدمی خدا میں خدا آدمی میں ہے
 لاشوں کا ایک غول ہے اپنا معاشرہ
 کوئی بھی آدمی کی صفت آدمی میں ہے
 اس کو ترے تبسم لے سکوں ملا
 حسرت جو میری چشم طلب کی نمی میں ہے
 پہچان لو حسینؑ کے قاتل کو دوستو
 ظلمت جو چھٹ گئی ہے تو وہ روشنی میں ہے
 تخلیق نارو کا تقاضا ہے خود شکست
 یعنی خیال بُت شکنی۔ بُت گری میں ہے
 اب ناک جو انقلاب نہ دیکھا ہے دیکھ لو
 دریا حصار کشمکش تشنگی میں ہے



حق وہ ہے جو خوشنودی داد کیلئے ہے
 محراب کا پیغام مینبر کے لئے ہے
 کوثر کی سذکب کسی ابر کے لئے ہے
 جس گھر کا شرف ہے ایسی گھر کے لئے ہے
 پابند قلم مدحت حیدر کے لئے ہے
 اعزاز یہ اس بندہ احقر کے لئے ہے
 آقا کی فضیلت سے ہے اعزازِ علانی
 شاہوں کا سلام اس لئے قنبر کے لئے ہے
 اس دل کو متناسب بہت حبِ علی کی
 کوزے کی طلب یعنی سمتِ در کے لئے ہے
 خیمہ کے یہودی بھی ہیں اس بات کا ٹائل
 یہ دولتِ دنیا تری ٹھوکر کے لئے ہے
 اولادِ براہیم نے کعبے سے صدادی
 یہ عظمتِ منظر پس منظر کے لئے ہے

جو مدحتِ مولا میں اُترتا ہے دلوں پر
 وہ رزقِ سخنِ فکرِ سخنور کے لئے ہے
 خورشیدِ سردار کی کرنوں کا ہے پیغام
 معیارِ یہی مدحتِ جید رکے لئے ہے
 بزدل کو تولا کا خزانہ نہیں ملتا
 یہ دولتِ سرمد تو غضنفر کے لئے ہے
 میں کب سے چھپائے ہوئے پھرتا ہوں جن میں
 وہ سجدہٴ آخر جو ترے در کے لئے ہے



برتر از علم الیقین، عین الیقین حق الیقین
 مومنوں کے دل میں حبِ امیر المومنین
 اس سفینے سے ہمیں قسمت نے وابستہ کیا
 جس سفینے کو کسی طوفاں کا اندیشہ نہیں
 اے امیرِ کشورِ ایماں، شہِ تسلیم دیں
 بندہ عاجز سے تیری مدح ممکن ہی نہیں
 کر لیا احساس نے کم مائیگی کا اعتراف
 جھک گئی قرطاس پر آخر کو خائے کی جبین
 فکر کو نابافتی کی تیغ نے گھاٹل کیا
 بے بضاعت ذہن ہو کر رہ گیا عزت گزین
 المدد پروردگارِ لایزال و لم یزل
 الغیث اے خالقِ کونین رب العالمین
 اک روایتِ دائۂ گندم کو رسوا کر گئی
 نہد و تقویٰ کی علامت ہے تری نانِ حین

قوت بازوئے پیغمبر ہے تو دستِ خدا
 سبک تیری دسترس میں آسماں ہو یا زمین
 تو اس اس زہد تو نورِ سحر تو بابِ علم
 تو چراغِ مسجد و محراب و منبر کا امیں
 انقلابِ فکر کا پروردگارِ اولیں
 درحقیقت وارثِ انکارِ ختمِ المرسلین
 ارتقاءِ عقل کا کیسے کوئی دعویٰ کرے
 عقل کو اب بھی تری عظمت کا اندازہ نہیں
 تو خریدارِ رضائے حق ہے اے نفسِ رسولؐ
 از ثریا تا ثریا سب کچھ تیرے زیرِ نگین
 خود ہی اپنے جوہرِ پنہاں سے حیراں ہو گیا
 آئینہ تھا جلوہٴ اول کا جو پہلا امیں
 بھیجتی ہے امن کا پیغام تیری ذوالفقار
 خط لے پھرتے ہیں اپنے پر پہ چربل امیں
 کیوں نہ جھوم اٹھے مسرتِ ہر اکِ قلبِ حزین
 خانہٴ کعبہ میں آئے ہیں شہِ دنیا و دیں

حَضْرَتُ فَاطِمَہؑ

جو دور رہیں گے درخاتون جہاں سے
 کچھ اُن کو ملے گا نہ یہاں نہ وہاں سے
 آئی ترے رومال تلک قصر جہاں سے
 قیمت میرے اشکوں کی کہاں پہنچی کہاں سے
 جملے جو ادا ہو گئے زہر کی زباں سے
 ظاہر ہوئے قرآن کے اندازِ بیاں سے
 فرمایا پیغمبرؐ نے انہیں بضعۃً منیٰ
 تکمیل رسالت ہوئی خاتون جہاں سے
 دھڑکن کبھی لفظوں میں سما یا، نہیں کرتی
 ہے دل کو شکایت یہی اسلوبِ بیاں سے
 زہر لے گواہوں کی طلب برسرِ دربار
 تو ہیں رسالت ہوئی اہل جہاں سے

وہ مرکز اور باب کساء مرکز تطہیر
 سب جانے گئے نسبت خاتون جنات سے
 مفلس ہے مری فکر بھی الفاظ بھی نادار
 زہر کی ثنا سمجھتی ہے خالق کی زباں سے
 ہے آپ کے در سے مرے سجدوں کی ندامت
 شائستہ دہلیز جمیں لاؤں کہاں سے
 سر اس کا قلم ہو جو نہ خم ہو ترے در پر
 ہو جائے سبکدوش وہ اس بارگراں سے
 ذکر ان کا ہمارے لئے سرمایہ جاں ہے
 نزدیک سمجھتے ہیں جنہیں ہم رگ جاں سے
 مت پوچھ کر کیوں شب کو اٹھان کا جنازہ
 پہنچے گی خدا جانے کہاں بات کہاں سے



منقبت کا ارج موضوع رسا ہے فاطمہؑ
 کیوں نہ سجے میں قلم ہو فاطمہؑ ہے فاطمہؑ
 اس کے در سے جو بھی وابستہ ہوا بخشا گیا
 گلشنِ جنت کا سیدھا راستہ ہے فاطمہؑ
 اس کا اک فرزند عیسیٰ کو پڑھائے گا نماز
 محترم رہنے میں مریم سے سوا ہے فاطمہؑ
 تا ابد باقی ہے اس دنیا میں اولادِ رسولؐ
 سورہ کوثر کا زندہ معجزہ ہے فاطمہؑ
 آیہ تطہیر شاہد ہے کہ معصومہ ہے یہ
 طیبہ، زہرا، منزہ، طاہرہ ہے فاطمہؑ
 اس پہ ظاہر ہیں نبوت اور امامت کے رموز
 کیوں نہ ہوں منجملہ اہل کساء ہے فاطمہؑ

اس کے ہی نورِ نظر میں دینِ حق کی روشنی
 قرۃ العینِ رسولؐ دوسرا ہے فاطمہؑ
 آپ تاریخِ عرب میں دیکھئے عورت کا حال
 عظمتِ نسواں کی گویا ابتداء ہے فاطمہؑ
 ہے ابو طالب کا بیٹا نصرتِ حق کا ثمر
 اور ایثارِ خدیجہ کا صلہ ہے فاطمہؑ
 اس کی آغوشِ مبارک میں پلا ہے دینِ حق
 درحقیقت محسنِ دینِ خدا ہے فاطمہؑ
 بالوئے ایمانِ کل ہے حق نہ ہو کیوں سکے ساتھ
 حق نگر، حق کیش، حق ہیں، حق نما ہے فاطمہؑ
 اس کی قربانی میں فدیہِ عرش سے آیا، نہیں
 کر بلا شاہد ہے فخرِ حاجرہ ہے فاطمہؑ





علیؑ کے بغض میں جن کو عداوت تیرے در سے
 ابھیں بھی واسطہ حسب ضرورت تیرے در سے
 پیام حق اساس دین ملت ہے تیرے در سے
 خدا کے گھر کا دروازہ سلامت تیرے در سے
 ترادرجہ پور کر کچھ بھی نہیں ملتا دو عالم میں
 وہ دنیا ہو کہ عقبیٰ صرف نسبت تیرے در سے
 بڑی مدت سے جبر خدائی سجدوں میں طائل ہے
 مگر پھر بھی جبینوں کو ندامت تیرے در سے
 کبھی سائل کبھی خیاط بن کر آتے رہتے ہیں
 فرشتوں کو بھی کس درجہ عقیدت تیرے در سے
 اسے بھی جرأت اظہار کا اک معجزہ کہیے
 ہمیں حاصل جو یہ اظہار جرأت ہے تیرے در سے
 محمدؐ نے تری تعظیم کر کے سب کو سمجھایا
 ترادرجہ شریعت شریعت ہے تیرے در سے

ستارے نے اتر کر تیرے در پہ کر دیا روشن
 کہ قائم دہر میں عز و شرافت ہے تیرے سے
 نہ کیوں رشک آئے اے رضوں مجھے تیرے تقدیر پر
 قریب اتنا در خالوں جنت تیرے در سے



ہے عورتوں کی صف میں نیابت رسولؐ کی
 وہ بضعت الرسولؐ بضاعت رسولؐ کی
 پوری ہوئی ہے یوں بھی ضرورت رسولؐ کی
 پیکر میں فاطمہؑ کے ہے سیرت رسولؐ کی
 پروان چڑھ رہی ہے خدا کی کینزِ خاص
 تکمیل پا رہی ہے نبوت رسولؐ کی
 دن پر وہ غم پڑیں تو بیل جائیں رات میں
 جو غم اٹھا گئی ہے بضاعت رسولؐ کی
 شاد داں اسی کے در کا ہے صدقہ شاعری
 دولت جو فکر کی ہے مودت رسولؐ کی



حاصلِ ارض و سماء ہے فاطمہؑ
 ابتداء ہے انتہا ہے فاطمہؑ
 اس قدر معجز نما ہے فاطمہؑ
 ہر دُکھِ دل کی صدا ہے فاطمہؑ
 دین کی وجہ بقا ہے فاطمہؑ
 فکر سازِ کربلا ہے فاطمہؑ
 اس کی نسبت سے تعارفِ سب کا ہے
 ایسا کر دایرِ کساء ہے فاطمہؑ
 ذکر کی توثیق کیا ہے ذکرِ آل
 فکر کی معراج کیا ہے، فاطمہؑ
 فرض ہے جن جن پہ تعظیمِ رسولؐ
 سوچتے ہیں وہ کہ کیا ہے فاطمہؑ
 جس کے ہاتھوں میں ہے نظمِ کائنات
 وہ کنیزِ کبریا ہے فاطمہؑ

کیا ہے جنت، کیا ہے کوثر، کیا ہے دین
 فاطمہؑ ہے، فاطمہؑ ہے، فاطمہؑ
 ایک پر تو جس کا ہے صبرِ حسینؑ
 ایک ایسی مبارک ہے فاطمہؑ
 ناممکن تھے نبی اس کے بغیر
 بضعتِ خیر الوداع ہے فاطمہؑ
 ہاتھ کے چھالے بھی ہیں نضہ نواز
 روح النصف و عطا ہے فاطمہؑ
 سرِ ادب سے خم ہیں، آنکھیں بند ہیں
 دفعتاً کس نے کہا ہے فاطمہؑ
 آپ کیسے آئی، میں پیشِ خدا
 حشر میں محشر بپا ہے فاطمہؑ
 پر تو کردارِ ختم المرسلین
 ابتدا تا انتہا ہے فاطمہؑ
 دین حق کی زندگی اس کے سپر
 دین حق کا آسرا ہے فاطمہؑ

حشر تک نسوانِ عالم کے لئے
 ایک معیارِ حیا ہے فاطمہؑ
 جس میں عکسِ مصطفیٰ ہے جلوہ گر
 وہ مصطفیٰ آئینہ ہے فاطمہؑ
 تیرے بچوں کی محبت کے بغیر
 زندگی میں کیسا دھرا ہے فاطمہؑ
 زندگی پر ہی نہیں کچھ منحصر
 موت کا بھی آسرا ہے فاطمہؑ
 اب کہیں جھکتی نہیں میری جبین
 میں نے اس پہ لکھ لیا ہے فاطمہؑ



کیا سمجھ سکتی ہے یہ دنیا کہ کیا ہیں فاطمہؑ
 خوبی سیرت کا پیہم ارتقاء ہیں فاطمہؑ
 جو مصائب ان پہ ٹوٹے بعد ختم المرسلین
 ان مصائب کے لئے لوحہ سرا ہیں فاطمہؑ
 وہ مصائب دن پہ پڑ جائیں تو ہو جائیں رات
 ضبطِ عزم کا ایک زندہ معجزہ ہیں فاطمہؑ
 مادرُ ام المصائب، مادرِ ذریعہ عظیم
 صبرِ ہمت، استقامتِ حوصلہ ہیں فاطمہؑ
 اب بھی بیت الحزن ہے کردارِ اُمت کا نشاں
 اب بھی اپنی ذات میں اک مرثیہ ہیں فاطمہؑ
 آج بھی بارغِ ذک سے آ رہی ہے یہ صدا
 تا قیامت وارثِ خیرِ الاولاد ہیں فاطمہؑ

بنی، میں شاد بہت سیدہ کے آنے سے
 کہ انتظار تھا اس دن کا اک زمانے سے
 قرار دل نے تو سجدوں نے زندگی پائی
 جبیں کو نور ملا ان کے آستانے سے
 انہیں کے نقش قدم ہیں دلیلِ راہِ نجات
 یہ نقش مٹ نہیں سکتے کبھی مٹانے سے
 انہیں کی خوبی کردار نے مٹایا ہے
 غرور و نخوت و تحقیر زن زمانے سے
 انہیں کا اسوۂ تاریخ ساز مشعلِ راہ
 وجود زن ہے معزز انہیں کے آنے سے
 انہیں کے گھر میں تو پل کر جواں ہوا اسلام
 چلی ہے رسم شہادت اسی گھرانے سے
 وہ تربیت جسے کردار ساز کہتے ہیں
 ہر ایک ماں کو ملی ان کے آستانے سے
 انہیں خراج عقیدت جو میں نے پیش کیا
 مجھے خراج عقیدت ملا زمانے سے

حضرت امام حسن علیہ السلام

سچے ایٹوں کو جس اُتِ اظہار چاہیے
 منبر نہیں تو پھر رین و دار چاہیے،
 باطل مطالبات سے انکار چاہیے
 اعلان اس کا برسرِ دربار چاہیے
 ٹھکرے کے تخت و تاج حسنؑ نے یہ کہہ دیا
 لے لے جسے یہ ریت کی دیوار چاہیے
 منشورِ امنِ عالمِ اسلام جو بنے
 مذہب کو آج بھی وہی کردار چاہیے
 سورجِ ملکیت کا جھلنے لگے تو پھر
 خلقِ حسن کا سایہ دیوار چاہیے،
 سکے کے تو اقتدار کے کھوٹے ہیں سب مگر
 ہر قافلے کو مصر کا بازار چاہیے

صلح حسن تو ہے حق و باطل میں امتیاز
 لیکن یہاں دیانت انکار چاہیے
 جب ظلم اپنی حد سے گزرنے لگے تو پھر
 اس کے لئے حسین کی تلوار چاہیے
 مابین امن و جنگ شرائط کی وہ تفصیل
 اس صلح کے لئے وہی کردار چاہیے
 کوئی نقب لگائے اگر اس تفصیل میں
 اس کے لئے قلم نہیں تلوار چاہیے
 صلح حسن، جہاد حسین ایک بات ہے
 لیکن شعورِ عظمتِ کردار چاہیے
 راہِ خدا میں حسبِ ضرورت ہے ہر محاذ
 اقدام حسبِ مقصد و معیار چاہیے
 یہ ہے امامِ وقت کی سیرت کا معجزہ
 ہر عہد میں جو دیں کو نگہ دار چاہیے
 شاداں نہیں ہے رحمتِ باری سے ناامید
 اس کے کرم کو مجھ سا گنہ گار چاہیے

جب کبھی دینِ پیسہ پر پڑی ہے افتاد
 کام آئی ہے مصیبت میں علیٰ کی اولاد
 سبطِ اکبر نے سنی دینِ خدا کی فریاد
 دینِ محفوظ رہا صلحِ حسن زندہ باد
 منزلِ سیف و قلم ایک ہے راہِ حق میں
 حق نگر جراتِ اظہار اگر ہو بنیاد
 صلح کو جنگ سے کمتر نہ سمجھنا ہرگز
 فرق ہے صرف محاذوں کا ہیں دونوں جہاں
 ہوسِ جاہ میں جو لوگ حسن سے اُلجھے
 لوگ تھے وہ بھی مسلمان مگر نام نہاد
 جس نے اسلام کو شاہی کی طرف موڑا ہے
 اس نے ایمانِ فردشتی کی رکھی ہے بنیاد
 کون آزاد فضاؤں میں کرے گا پرواز
 بن کے بیٹے جو دشمن کا محافظِ صیاد

ہمارا طائرِ دل ہے اسیرِ دامِ حسنؑ
 ہزارِ رونقِ گلشنِ فدائے نامِ حسنؑ
 ہے فرضِ معرفتِ منزل و مقامِ حسنؑ
 کہ احترامِ شریعت ہے احترامِ حسنؑ
 قرارِ جاں ہے یہ منشورِ لا کلامِ حسنؑ
 قلمِ حسامِ حسن صبرِ انتقامِ حسنؑ
 اساسِ دین کو کیا ہے اسی نے مستحکم
 اصولِ دین کی نظر میں ہے احترامِ حسنؑ
 ہے امن و صلح کا پیغام ہر زمانے کو
 نظامِ مصطفویؐ سے عیاں نظامِ حسنؑ
 ہٹا سکا نہ کوئی حق کے رستے سے انہیں
 مقامِ عدل پہ قائم رہا قیامِ حسنؑ
 خدا نے اس کو حیاتِ دوام بخشی ہے
 جسے نصیب ہوئی الفتِ دوامِ حسنؑ

وہ تخت و تاج کے دھوکے میں آہیں سکتا
 بنادیا جسے تقدیر نے غلامِ حسنؑ
 فریب و مکر سے سفیائیت عبارت ہے
 صد اقتوں کی علامت اب بھی نامِ حسنؑ
 خود اپنے خول سے باہر تو آگئی دنیا
 ہے یہ بھی معجزہ حسنِ انتظامِ حسنؑ
 جبھی تو صلح ضروری ہے جنگ سے پہلے
 ہے فتح مکہ پیمبر کا التزامِ حسنؑ
 ہے اک فیصل شرائطِ میانِ امن و عدل
 کہ صلح نامہ بھی ہے حسنِ انتہامِ حسنؑ
 بچھا ہوا ہے ہر اک گھر میں ان کا دستِ رخسار
 کہ ہے دلیلِ سخاوتِ صلحِ عامِ حسنؑ
 اگر حیات میں بالیدگی کی حسرت ہے
 حیاتِ اپنی گزارو سدا بنامِ حسنؑ
 دلیلِ وحدتِ افکار ہے یہی شادان
 کلامِ پنجتنِ پاک ہے کلامِ حسنؑ

صلح حسنؑ سے سینہٴ باطلِ فکار ہے
 گو یا قلم کا وار بھی بھر پور وار ہے
 مابین صلح و جنگ شرائط کی وہ نصیل
 تیرے جملہٴ خلق کی آئینہ دار ہے
 باقی ملکیت پہ رہے گا نہ اعتبار
 حرص و ہوس پہ یہ وہ قناعت کا دار ہے
 پائی کتابِ ناطق و صامتِ کریم سے
 ماہِ صیام کا یہ شرف یادگار ہے
 لکھتا ہوں منقبتِ حسنِ خوش خصال کی
 میرے قلم پہ رحمتِ پروردگار ہے
 پہچانو روشنی میں حدیثِ رسولؐ کی
 وہ کون ہیں یہ ذکرِ جنہیں ناگوار ہے
 والدِ اس کا بندہٴ دگاہ میں بھی ہوں
 جو کائناتِ امن کا پروردگار ہے
 خوش تھے جو صلح پر انہیں اسکی خبر نہ تھی
 وہ جس کو جیت جان رہے ہیں وہ ہالہ ہے

جس کی مودّت اجر رسالت قرار پائے
 اس کی غلامی سب سے بڑا افتخار ہے
 قرآن کی رو سے بھی ہے وہ فرزندِ مصطفیٰ
 ابنِ اُمّنا کی اس پر سندِ یادگار ہے
 دُنیا اسی سے پاگئی حق کے اصول کو
 کس کی طرف قرار کدھر انتشار ہے
 شاداں گواہ اس کی فضیلتِ چہرِ ترک
 محراب و منبر و تسلیم و ذوالفقار ہے



چلے جیلے حسن ابن علی کا
 یہی تو راستہ ہے راستی کا
 محمد نے بھی مشعل ہی بڑھو
 نہ بوجھو مرتبہ نادہلی کا

سہارا مانگ لو بنتِ نبیؐ کا
 یہ دن ہے ان کے گھر پہلی خوشی کا
 صحیفہ دے گیا ہے دوستی کا
 پیہر ہے جو امن و آشتی کا
 امیرِ شام کی قسمت اندھیرا
 حسنؑ اک سلسلہ ہے روشنی کا
 جو ان کے در پہ سج کر رہی ہے
 خرد ہے نام اس دیوانگی کا
 حسنؑ کے دشمنوں سے صلح کرو
 طریقہ یہ بھی ہے اک خود کشی کا
 بتا دیتا ہے یہ اخبارِ ہم کو
 کسی سے کیا تعلق ہے کسی کا
 حیاتِ دائمی پائی حسنؑ نے
 اجل کو درس دے کر زندگی کا

صد از ہٹا کے گھر سے آرہی ہے
 محافظ آگیا دینِ نبیؐ کا
 سکوتِ بحر ہے پیغامِ طوفان
 غلط مطلب نہ سمجھو خامشی کا!
 وہ دیکھو برسرِ دوشِ سیاست
 بننازہ جا رہا ہے خسرو می کا
 قلم چلتا رہے مدحِ حسن میں
 یہی جو ہر نے اپنی شاعری کا
 شائے آل سے عافل نہ رہنا
 بھروسہ کچھ نہیں ہے زندگی کا



یہ مذہب میں مآل خود سری ہے
 پیادہ سمتِ جنگِ زرگری ہے
 وہاں کیا ہو کسی کو فکرِ منزل
 جہاں پڑ رہتی ہی رہبری ہے

علیؑ کی تیغ سے ڈرتی تھی دُنیا
 مگر ان کے قلم سے بھی ڈری ہے
 پیامِ صلح ہے امتِ امتِ حجت
 حسنؑ لیکن جرمی ابن جرمی ہے
 غلامی سے ملی ہے کجکلا، ہی
 مگر اپنا قبیدہ قنبری ہے
 ستم گر مر گئے زندہ ہے اسلام
 یہی آلِ بنی کی برتری ہے
 ابو طالب کے پوتے سے نہ اُلجھو
 جرمی ابن جرمی ابن جرمی ہے
 ہے اولادِ بنی تا حشر باقی
 یہاں جو رند ہے وہ کوثری ہے
 خلوصِ دل نہ ہو تو منقبت بھی
 فقط الفاظ کی جادوگری ہے
 رہو مصروفِ ذکرِ آلِ اطہر
 یہ پیغامِ گردہ جعفری ہے



کیا ہو کر دار کی تعبیر مسلمانوں میں
 اب تو کعبے کے محافظ ہیں صنم خالوں میں
 کون اپنوں میں ہیں اور کون ہیں بیگانوں میں
 جہانک کر دیجھ لیں سب اپنے گریبانوں میں
 مشتعل ہو نہیں سکتا کہ دلائے شہر
 خون کے ساتھ رواں ہے میری نثریاں میں
 تیغ سے پہلے قلم چلتا ہے طے کر کے اصول
 صلح ناموں کو پرکھ جنگ کے میدانوں میں
 نصرتِ دینِ پیغمبر میں حسن کا اقدام
 ایک عنوان ہے ایشا ر کے عنوانوں میں
 امن اور جنگ کے مابین شرائط کی فہم
 حدِ اخلاق ہے سلجے ہوئے انسانوں میں
 نورِ مطلق کی صفت کا ہے تقاضہ تطہیر
 نہ فرشتوں میں یہ خوبی ہے نہ انسانوں میں

جو یہاں اجر رسالت کے رہیں گے مقروض
 زندگی ان کی گزر جائے گی جرم انوں میں
 چھوڑ کر شیع رسالت کو سمجھ لے دنیا
 نہ چراغوں میں صداقت ہے نہ پروانوں میں
 ان کو معلوم ہے جو کرتے ہیں غیروں کی ثناء
 پھول کاغذ کے سجا لیتے ہیں گلدانوں میں
 کتنے آگے ہیں مودت میں نصیری ہم سے
 یہ وہ کافر ہیں جو سمجھتے ہیں مسلمانوں میں
 جو سبق مجلس شبیر سے ملتا ہے ہمیں
 وہ کہاں ملتا ہے دنیا کے دہشتانوں میں
 عظمت آل محمد کا جو عرفان ہوتا
 اختلافات نہ ہوتے یہ مسلمانوں میں
 یہ درنیت نبی پر ہے فرشتوں کا مقام
 درزیوں میں ہیں فقیروں میں ہیں بانوں میں
 کربلا کو جو مدینے سے الگ رکھا ہے
 دب گیا دینِ خدا آپ کے احسانوں میں

حضرت امام حسین علیہ السلام

اک دُعا، اک آرزو، اک حسرت، اک آسمان ہے
 ان کے دیر پر موت آئے جن پہ دل قربان ہے
 ذکر ان کا ذی شرف، ذی مرتبت، ذی شان ہے
 وقت کے تپتے ہوئے صحرائیں نخلستان ہے
 معترض کوئی اس غم پر، کوئی قربان ہے
 مصلحت بکھر مصلحت، ایمان پھر ایمان ہے
 آج تک اہل حقیقت کا یہی ایمان ہے
 معرفت بشیرؑ کی الشدا کا عرفان ہے
 زندگی درسِ عمل ہے اور کردارِ حسینؑ
 اک چراغِ راہ اک معیار اک میزان ہے
 بخش دی ہے زندگی کو دولتِ سوز و گداز
 نوعِ انساں پر غمِ بشیرؑ کا احسان ہے

تا ابد والستہ نام حسینؑ ابن علیؑ
 صبر ہے، غم ہے، دُعا ہے، دین ہے ایمان ہے
 یہ وہی قرآنِ ناطق ہے کہ جس کے واسطے
 رحل ہے دوشِ پیہر کہ بلا جز دان
 عظمتِ غم اس کو کہتے ہیں کہ اب نام حسینؑ
 تاقیامت ہر حدیثِ درد کا عنوان ہے
 نزع کا ہنگام ہے بالیں پٹے ہیں حسینؑ
 موتِ شرمندہ کھڑی ہے زندگی حیران ہے
 اللہ اللہ عظمتِ ذکرِ شہید کر بلا
 کس قدر دشوار منزل کس قدر آسان ہے

جو دل جہاں میں لذتِ غم ناچشیدہ ہے
 وہ مقصدِ حیات سے دامن کشیدہ ہے
 اعجازِ عظمتِ غم شبیرؑ دیکھئے
 دشمن بھی آج اس کے لئے آبدیدہ ہے
 ایمان کو نہ کفر سے پہنچی کبھی گزند
 مومن مگر سدا سے منافق گزیدہ ہے
 صدیاں گزر گئیں غم شبیرؑ کو مگر
 اب تک یہ داستانِ الم ناشنیدہ ہے
 اسلام کیا ہے خوبیٰ کردارِ پنجتن
 قرآن کیا ہے آلِ نبی کا قصیدہ ہے
 شبیرؑ ہے لباسِ بشر میں کتابِ حق
 کردارِ مصطفیٰ کا مکمل جدیدہ ہے
 اے ناشگفتہ غنچہٗ بستانِ کربلا
 ہر پھول تیرے غم میں گریباں دریدہ ہے
 ہے اس کا قتل غیرتِ انساں پر یکِ طنز
 یہ طفلِ شیرخوار بہت بزرگزیدہ ہے

آخر یہ فاطمہ نے بھی دیکھا کہ بعدِ عصر
 کس جا حسینؑ کا جسدِ سر بُربدہ ہے
 بیمار کر بلا ابھی منبر سے دُور، میں
 رنگِ مرغِ یزید ابھی سے پر بدہ ہے
 یوں کر بلا میں لٹ گیا گلزارِ مصطفیٰ
 جہلِ بشر پہ قلبِ مشیت کبیدہ ہے
 سجدوں کو طول دیتے تھے جسکے لیے رسولؐ
 وہ آج سجدہ ریز بہ خاک تپیدہ ہے

اس طرح ہونگی حفاظت جتنی تک اسلام کی
 کر بلا تردید بن جائے گی ہر الزام کی
 لے غرورِ آدمیت چوم لے اس کے قدم
 جس نے رکھ لی آبرو و انسایت کے نام کی
 عظمتِ حسنِ عمل یہ ہے کہ اب نامِ حسینؑ
 اک علامت بن گیا ہے عظمتِ اسلام کی
 دوپہر میں جس نے صدیوں کا سفر طے کر لیا
 پوچھئے اس سے حقیقت منزلِ یک گام کی
 ناز بردارِ مشیت ہے وہی بندہ کہ جو
 جان دے کمر آبرو رکھ لے خدا کے نام کی
 حسنِ توفیقِ بشر کی آخری منزلِ حسینؑ
 حسنِ توفیقِ بشر بنیاد ہے اسلام کی
 غم نصیبِ انسایت من لے کہ غم شبیرؑ کا
 کاٹ دیتا ہے طنائیں گردشِ ایام کی
 خلق کا رہبر خدا کا ناز، قرآن کا غرور
 ایک تصویرِ عمل اللہ کے پیغام کی

ان کا غم، ان کا تصور، ان کی اُلفت ان کا ذکر
 کتنی تدبیریں ہیں تسکینِ دلِ ناکام کی
 صبر ہے غم ہے، وفا ہے دین ہے ایمان ہے
 یہ ہیں تشریحیں حسینؑ ابن علیؑ کے نام کی
 آگے دُنیا میں تکمیلِ رسالت کو حسینؑ
 دین ہے آغوش میں پیغمبرِ اسلام کی
 ہیں بقائے دینِ حق کے مرحلے پیشِ نظر
 اور صورت دیکھتے ہیں مصحفِ گلفام کی
 مسکراہٹ بھی ہے لبِ پر، آنکھیں آنسو بھی ہیں
 اک بشارت مل گئی آغاز کو انجام کی

ذکرِ حسینؑ جب نہیں اختیار ہے
 جس کو شعورِ غم ہے وہی غمگسار ہے
 ہم پر ہیں کیوں رسولِ فراموشیوں کے طنز
 کیوں اس قدر یہ شیشہٴ دل پر غبار ہے
 کیا منزلِ رسول سے واقف نہیں ہیں ہم
 یا آپ کو ہمارے عقیدے سے خار ہے
 جس کی زباں پہ ہے قد و گیسو کی داستان
 اُمت میں کیا فقط وہی ایماندار ہے
 ایمان کوئی کھیل نہیں، شعبہ نہیں
 ایمان حسنِ جذبہٴ دل کا نکھار ہے
 ایمان کو دلوں کی ترازو میں تولیے
 ایمان جس پہ دین کا دار و مدار ہے
 ایمان کل سے پوچھے ایمان کی صفات
 وہ حق شناس و حق نگر و حق شعار ہے

ایمان کیا ہے پیرِ دینی اسوۂ رسولؐ
 ایمان کیا ہے روح بشر کی لپکا رہے
 ایمان ہے خلوص و اخوت کا ایک نام
 ایمان سے ہی راہِ وفا استوار ہے
 وہم و شک و تذبذب دریں گماں دور
 ایمان اک یقین ہے اک اعتبار ہے
 عہدِ وفا رسولؐ سے، آلِ رسولؐ سے
 جس نے کیا ہے بس وہی ایماندار ہے
 ایمان حسنِ طرزِ عمل اہل بیتؑ سے
 تاریخ سے یطرزِ عمل آشکار ہے
 تاریخ سے گریز نہ کیجئے یہ آج بھی
 اسلاف کے سلوک کی آئینہ دار ہے
 اس کے ورقِ الٹ کے ذرا غور کیجئے
 کس کو نبی پہ شک ہے کسے اعتبار ہے
 جو کچھ سنا ہے شک کی وہ قراں میں دیکھئے
 اور یہ بھی دیکھئے جو یقین کا دفا ہے

اب ہم سے بات کیجئے مقامِ رسولؐ کی
 کہیئے حقیقتوں سے کہاں تک فرار ہے
 جن کی مودتِ اجر رسالت قرار پائے
 ان کی غلامی سب بڑا افتخار ہے
 وہ دیکھیئے وہ کون ہے دوشِ رسولؐ پر
 کس ہاتھ سے تباہ بتوں کا دثار ہے
 بدر و حنین و خیبر و خندق میں دیکھیئے
 کیا شانِ جرأتِ اسدِ کمرِ دگار ہے
 کہیئے گواہ کس کی فضیلت پہ حشر تک
 محرابِ دمنبر و تسلیم و ذوالفقار ہے
 کس نے خدا کی راہ میں سب کچھ لٹا دیا
 اولاد کس کی دینِ خدا پہ نثار ہے
 ٹھکرا کے تختِ ذوالج کس نے سبق دیا
 السانیت غرور نہیں انکار ہے
 مفہومِ انکار جو سمجھے غلط کوئی
 اس بات کا جواب فقط ذوالفقار ہے

وہ دیکھئے وہ آگیا میدانِ کربلا
 پسکن حسینؑ غریب الدیار ہے
 یہ کربلا ہے گلشنِ قربانی حسینؑ
 جو ہے خزاں دور وہ اس کی بہا ہے
 اس کربلا کے دم سے ہیں آثارِ زندگی
 اسلام کو دوام و ثبات و قرار ہے
 اس کربلا کے بعد کوئی کربلا نہیں
 کردارِ پختہ کا یہی شاہکار ہے
 دنیا غمِ حسینؑ کو سمجھی نہیں ابھی
 یہ آج بھی علاجِ غمِ روزگار ہے



جہاں میں کس نے اعجازِ غمِ سرور نہیں دیکھا
 وہ آنکھیں ہو گئیں بے نور جن کو تر نہیں دیکھا
 حسینؑ ابن علیؑ کی ذات ہے اک معجزہ ورنہ
 کسی انسان کو تاریخ نے مٹ کر نہیں دیکھا

بہتیں تر دامن کا خوف جینے ہی کہاں دیگا
 اگر اشکِ اے اپنا دامن تر نہیں دیکھا
 صفا حق کا آئینہ ہے گراںساں تو دنیا نے
 کسی آئینے میں شبیرؑ سا جوہر نہیں دیکھا
 وہ کیا جانے کہ کیا مشکل ہے کیا مشکل کشائی
 کبھی جس نے علیؑ کا نام ہی لے کر نہیں دیکھا
 حسینؑ ابن علیؑ کو ناخدا مانا تو پھر ہم نے
 سفینہ، بحر، طوفاں، بادباں لنگر نہیں دیکھا
 غم ایک زندہ حقیقت ایک پائندہ صداقت
 کسی غم کو غم شبیرؑ سے بہتر نہیں دیکھا
 اے ہم نے امیرِ گردشِ ایام دیکھا ہے
 جسے ہم نے گدے کو چڑھ کر نہیں دیکھا
 قیامت تک رسولِ پاکؐ کی اطاعت باقی ہے
 یہ دنیا نے کمالِ سورۃ کو شر نہیں دیکھا





وہ دل ہے کائنات میں شایانِ کربلا
 جس میں مکیں ہے خاصہ خاصانِ کربلا
 ہر ایک ذہن و دل پہ ہے احسانِ کربلا
 تبطیرِ ذہن و دل ہے بعنوانِ کربلا
 پائی ہے جس نے دادِ وفا اہل بیت
 حُر ہے وہ حُسنِ مطلعِ دیوانِ کربلا
 جو عظمتِ بشر کے افق پر ہوئی طلوع
 وہ صبحِ نو ہے چاکِ گریبانِ کربلا
 ہے کربلا کسائے میمانی کے سائے میں
 ہم سب ہیں زیرِ سایہِ دامنِ کربلا
 ہر کرب ہر بلا سے تحفظ کے واسطے
 کرتے رہو تلاوتِ قرآنِ کربلا
 ہر آزمائشِ حق و باطل کے واسطے
 دارِ العمل میں نصبِ میزانِ کربلا

بچنا ہو گرتا زتِ آلامِ دہر سے
 آجاؤ زیرِ سایہ دامنِ کر بلا
 دنیا کو دے گیا سرو سامانِ زندگی
 کہتے ہیں جس کو بے سرو سامانِ کر بلا
 اس کر بلا کے بعد کوئی کر بلا نہیں
 کوئی نہیں ہے ثانیِ سلطانِ کر بلا
 اسلام کو تو زندہ حیا دید کر گئی
 قربانیِ حسینؑ بہ میدانِ کر بلا
 شاداںِ عجمِ حسینؑ کا صدقہ ہے شاعری
 جاری ہے اب بھی فیضِ دبستانِ کر بلا

دین پر احسان ہے شبیر کے اقدام کا
 مصلحت والوں سے دامن بچ گیا اسلام کا
 نشر تھا بیٹے پہ واجب باپ کے پیغام کا
 ورنہ کتنا فاصلہ تھا کربلا سے شام کا
 جانتا ہے راز جو مشکل کشا کے نام کا
 اس کو اندیشہ نہیں ہے یورشِ آلام کا
 دے گیا دینِ خدا کو منزلِ حفظِ دوام
 اک مسافر کربلا کا، اک مسافر شام کا
 مرضیٰ مہبود کا مالک ہے دنیا میں وہی
 جان دے کر جو بھرم رکھے خدا کے نام کا
 کفر کے فتنے کچل ڈالے شہرِ دیں نے مگر
 پھر بھی دنیا میں دھواں پھیلا چراغِ شام کا
 آپ کے دشمن بھی کتنے معترف ہیں آپ کے
 وہ بھی لیتے ہیں سہارا آپ ہی کے نام کا
 ان کے روضے پہ پہنچ کے نذر کردوں منقبت
 بس یہی ارمان ہے شاداںِ دلِ ناکام کا



دلائے آل نبی کے ثواب کے بدلے
 ملے گا گشتِ جنت حساب کے بدلے
 نماز پڑھتا ہے گر کوئی بغیرِ درود
 گناہ ملتا ہے اس کو ثواب کے بدلے
 نہیں خلیل رسالتِ آب کے بدلے
 یہاں چُنا ہے حقیقت کو خواب کے بدلے
 ایک ایسا وقت بھی پیدا یوں پہ آیا تھا
 چھپایا بالوں سے چہرہ نقاب کے بدلے
 سوالِ آبِ پشیرؑ کو ہوا یہ ملال
 ملا ہے تیسرے ستمِ جامِ آب کے بدلے
 غمِ حسینؑ مناد کر یہ حسینؑ کا غم
 قرارِ بخشا ہے اضطراب کے بدلے
 علیؑ جو قبر میں آئے تو پھر فرشتوں نے
 پڑھا درودِ سوال و جواب کے بدلے

بہ فیضِ ماتم شبیرؑ میرے سارے گناہ
 خدا نے بخش دیئے ہیں عذاب کے بدلے
 وہی تو دینِ پیغمبرؐ کو بخشا ہے شباب
 اجل پسند کرے جو شباب کے بدلے
 ہماری قوم کا منشور ہے عزائے حسینؑ
 کسی بھی درس، کسی بھی نصاب کے بدلے
 نہ کرتی صبر کبھی قتلِ شبیرِ خوار کے بعد
 جو ہوتی اور کوئی ماں رباب کے بدلے
 حبیبِ ایسے ہوئے سرِ خرد شہادت سے
 رنگی ہے ریش ہوئے خضاب کے بدلے
 ہوئے حسینؑ کے ہاتھوں پہ یوں شہیدِ صغیر
 ستارہ ٹوٹ گیا آفتاب کے بدلے
 کیا سوال جو ہل من کا جانِ حیدر نے
 تو آئے تیر ہزاروں جواب کے بدلے
 کتاب ہو نہ کی اُن کو آج تک کافی
 جنہوں نے آل کو چھوڑا کتاب کے بدلے

ہوا جو ہمہ غازی کی آمد آمد کا
 بھنور خموش ہوئے اضطراب کے بدلے
 ہر ایک موج اٹھی زخم انتظار لیے
 بچھائیں نہرنے آنکھیں حباب کے بدلے
 صغیر کا سخن بے صدا قیامت ہے
 کیا ہے جس نے تبسم خطاب کے بدلے
 یہاں کے لعل و گہر سیم و زر کا ذکر ہی کیا
 نہ لوں میں باغ جناں بو تراب کے بدلے
 لکھو سلام حسین شہید پر شاداں
 خرید و باغ ارم اس ثواب کے بدلے



کس کام کی حیات جو تو مہرباں نہ ہو
 کیا حال ہوز میں کا اگر آسماں نہ ہو
 کیوں ہر نضائیں تیری نصیلت بیاں نہ ہو
 وہ سچ بھی تھوٹ ہے جو یہاں ہو وہاں نہ ہو



ہے کائنات اُس کی جسے مل گئے حسینؑ
 میرے ہوں آپ چاہے یہ سارا جہاں نہ ہو
 وہ سروِ بالِ دوش ہے بارِ حیات ہے
 وہ سرِ جے نصیبِ ترا آستان نہ ہو
 کون و مکاں میں ہے تیری ہستی کی روشنی
 گر تو نہ ہو تو زینتِ کون و مکاں نہ ہو
 روکا ہے تیرے عصر کے سجدے در نہ لوگ
 تجھ کو خدا کہیں جو خدا درمیاں نہ ہو
 ہم اس لئے بچھاتے ہیں ہر سالِ فرسِ غم
 محنت جو ہے تری وہ کہیں رائیگاں نہ ہو
 ممکن نہیں چھپائے کوئی بغضِ اہل بیتؑ
 دل میں حسد کی آگ ہو چہرہ دھواں نہ ہو
 شام و سحر ہے وردِ کفا بالِ حسینؑ کا
 کافی ہے تیرا در جو کوئی آستان نہ ہو



آج ہم جو بے سرو ساماں نہیں
 کیا یہ اُن کے ذکر کا احساں نہیں
 دین اُس کی دسترس سے دور ہے
 جس کے ہاتھوں میں تراداماں نہیں
 ہم ہیں شرمندہ غم شیر سے
 تجھے شکوہ لے غم دوراں نہیں
 چھن گئی گردِ دولتِ ذکرِ حسینؑ
 پھر کوئی اس قوم کا پُرساں نہیں
 اپنی کشتی کی حفاظت کیجئے
 آپ کو اندازہ طوفاں نہیں
 اُلفتِ سبطِ پیغمبر کے طفیل
 کون سی مشکل ہے جو آساں نہیں
 خوفِ محشر خوفِ مرقدِ خوفِ مرگ
 ہاں نہیں ہے، ہاں نہیں ہے ہاں نہیں

آپ کا غم ہے سرو سامانِ زلیست
 اور اپنا کچھ سرو سامان نہیں
 کیوں نہ کھل جاتا بھلا کر کا نصیب
 یہ کوئی قفلِ درِ زنداں نہیں
 جس نے اپنا یا غمِ سببِ رسولؐ
 وہ اسیرِ گردشِ دوراں نہیں
 اب بھی آجاؤ درِ شبیرؑ پر
 گر تمہارے درد کا درماں نہیں
 نذر میں رومالِ زہرا کی یہ اشک
 شکوہ کوتاہی داماں نہیں
 اشک ہے غم کا نمائندہ مگر
 یہ غمِ شبیرؑ کے شایاں نہیں
 اُن کے غم کا حق نہیں ہوتا ادا
 خونِ دلِ گر زینتِ مژگاں نہیں
 میرے مولا اکفیا فی کافیاں
 غیر کا مجھ پر کوئی احساں نہیں

روز ہے جس کی خبر اخبار میں
 وہ تو خود اک درد ہے درماں نہیں
 اُس کہانی کے یہ سب کرپڑیں
 جس کہانی کا کوئی عنوان نہیں
 منقبت کہنے جو بیٹھا تو کھلا
 مدحتِ سبطِ بنیٰ آساں نہیں
 چہرہ سبطِ بنیٰ کے سامنے
 کس کا آئینہ ہے جو حیراں نہیں
 جتن میلادِ شہہ ذی جاہ میں
 کتنا بد قسمت ہے جو شاداں نہیں



قدرِ دل سمجھی متاعِ حُبِ سرور دیکھ کر
 ہم نے کوزہ کی طرف دیکھا سمندر دیکھ کر
 آج گم ہیں اپنی بربادی کا منظر دیکھ کر
 کل جو ہنستے تھے ہمارے دیدہ تر دیکھ کر
 بڑھتے بڑھتے اُس کے دامن تک پہنچی ایک
 دی ہوا شعلوں کو جس نے کیسے زر دیکھ کر
 یاد آئی ہیں اخوت کی حدیشیں کس قدر
 بھائی کے حلقوم پر بھائی کا خنجر دیکھ کر
 چھپ نہیں سکتا یہاں الفاظِ دل کا لفظ
 جادہ حُبِ علیؑ ہے بندہ پرورد دیکھ کر
 دعویٰ عشقِ نظامِ مصطفیٰؐ کا راز بھی
 کھل گیا اللہ کا جلتا ہوا گھر دیکھ کر
 وہ نہ رہبر ہیں نہ مفتی ہیں نہ علامہ جو لوگ
 حق سے پھر جائیں ضیاء الحق کے تیر دیکھ کر

ٹوٹتا ہے بادشاہوں کو غلاموں کا شعار
 سرنگوں ہے خسروی کو دارِ قنبر دیکھ کر
 ہو گئے ہیں کتنے اہل دل مرے حلقہٴ بگوش
 مجھ کو مدحِ آلِ پیغمبر پہ نوکر دیکھ کر
 رائیگاں جاتا نہیں ہرگز کبھی خونِ شہید
 اعتبارِ آریازمانے کو یہ منظر دیکھ کر
 یوں مُنانق کو ڈبو دیتا ہے مومن کا ہر
 درسِ عبت سیکھ انجاءِ شکر دیکھ کر



ذکرِ حسینؑ نے ہمیں انساں بنا دیا
 یعنی غلامِ فخرِ رسولان بنا دیا
 اس سر کو نازِ گنبدِ گرداں بنا دیا
 شائستہ درِ شہِ ذلیشان بنا دیا
 آنسو کو دینِ آہ کو ایساں بنا دیا
 مجلس کو یوں بخت کا ساماں بنا دیا
 غم کو علاجِ گردشِ دوراں بنا دیا
 جو عینِ درد تھا اُسے درماں بنا دیا
 کارِ حیاتِ بے سرو ساماں بنا دیا
 ایمانِ کل کو حاصلِ ایساں بنا دیا
 احساس کو متاعِ دل و جاں بنا دیا
 خونِ جگر کو زینتِ مژگاں بنا دیا
 اہلِ ادب نے چھوڑ کے ذکرِ حسینؑ کو
 فکرِ رسا کو خوابِ پریشاں بنا دیا

محر کو حسینؑ کی نگہ انتخاب نے
 رودادِ انقلاب کا عنوان بنا دیا
 آزادیِ ضمیر کی دولت بکھیر دی
 گنجِ قفس کو صحنِ گلستاں بنا دیا
 اُس نا خدا کو خستہ دلوں کا سلام ہو
 کشتی کو جس نے فاتحِ طوفاں بنا دیا
 محسن وہی ہے دینِ خدا کی بہار کا
 اپنے چین کو جس نے بیاباں بنا دیا
 دے کر نئی بہار کا منشورِ لازوال
 بگڑا ہوا نصیبِ گلستاں بنا دیا
 قربانیِ حسینؑ نے راہِ شعور میں
 ہر آئینہ کو دیدہٴ حیراں بنا دیا
 تشنہ لبوں کو تشنہ لبی کے دقار نے
 کوثرِ بدوش و خلد بہ داماں بنا دیا
 احسانِ مجھ پہ ہے مرے پروردگار کا
 مدارِ پنہنِ غمے شاداں بنا دیا

جس کے سینے میں غم کی دولت ہے
 اُس کو عرفانِ آدمیت ہے
 یہ فسانہ نہیں حقیقت ہے
 کربلا اہلِ دل کی جنت ہے
 قوم میں یہ جو سالمیت ہے
 ذکرِ شبیرؑ کی بدولت ہے
 کون ہے کس قدر حسینؑ پسند
 بس یہ معیارِ آدمیت ہے
 سر و سامانِ زلیست سے ہٹ کر
 بے کسی میں عجیبِ راحت ہے
 کربلا معجزہ ہے سیرت کا
 نام توفیقِ آدمیت ہے
 فنا کر کربلا سے پرستشِ قبر
 اس تکلف کی کیا ضرورت ہے
 مدحِ پنچتنؑ بھی اے شاداں
 اک وسیلہ ہے، اک سعادت ہے



اک روایت بر سرِ اشکِ رواں لکھی گئی
 کر بلا بے منتِ لفظ و بیاں لکھی گئی
 یہ حقیقت داستانِ دردِ داستانِ لکھی گئی
 اس قدر لکھی گئی پھر بھی کہاں لکھی گئی
 کاتبِ تقدیرِ گم ہے حُرکی قسمت میں بہشت
 کل نہیں لکھی گئی تھی آج ہاں لکھی گئی
 ہے شکستِ دفع کی حد میں مورخ کا قلم
 بات جو کھنی ضروری تھی کہاں لکھی گئی
 وسعتِ قلبِ حسینؑ ابنِ علیؑ سمجھے گا
 جس پہ تو قبرِ ضمیرِ کُنِ نکاں لکھی گئی
 رات کی مہلت ملی وہ رات حُر کے واسطے
 دوزخ و جنت کے بالکل درمیان لکھی گئی
 اک تیسم بن گیا باطل کا سامانِ شکست
 تیرِ قاتل پر زبانِ بے زباں لکھی گئی

ہو گئیں اشکِ عزا کی ساری لڑیاں خونی
 میری تربت کے لئے یہ کہکشاں لکھی گئی
 حشر تک کے واسطے ہر جامِ آبِ مرہ پر
 داستانِ عظمت لب تشنگاں لکھی گئی
 ثنائی زہر کو دیکھا سر کھلے بازار میں
 لوحِ دل پر یہ حدیثِ خوبچاں لکھی گئی
 غیرتِ انساں کا سورج ڈوب کر یہ کہہ گیا
 یہ سیاہی در نصیبِ شامیاں لکھی گئی
 برزخِ کبریٰ حسینؑ ابنِ علیؑ کی ذات ہے
 یہ عبارت بر سرِ بابِ جنائ لکھی گئی
 ایک ساعت جس میں یاد آئے حسینؑ ابنِ علیؑ
 بس وہ ساعت حاصلِ عمر رواں لکھی گئی
 حریت کے باب میں ہر لہجوں کے واسطے
 فکرِ سردارِ جوانانِ جنائ لکھی گئی
 دستِ بیعتِ حشر تک کے واسطے شل ہو گیا
 اس کی قسمت میں شکستِ جاوداں لکھی گئی

جرأتِ اظہار کا ایک معجزہ ہے کہ بلا
 جس میں حق گوئی کی زریں داستان لکھی گئی
 کل بہ نوکِ نینزہ غم سینہ تاریخ پر
 کہ بلا میں عظمتِ صدقِ بیاں لکھی گئی
 آج اُس نورِ صداقت سے منور ہے حیات
 اور سیاہی در نصیبِ شامیاں لکھی گئی
 اُسوہٗ بشیرؐ سے محروم ہو کر زندگی
 جس قدر لکھی گئی وہ راہِ یزیدؑ لکھی گئی
 در حقیقت یومِ خندقِ ضربتِ بشیرؐ خدا
 دونوں عالم کی عبادت سے گراں لکھی گئی
 میری پیشانی ہے شاداں اور درِ آلِ رسولؐ
 یہ سعادت سب کی قسمت میں کہاں لکھی گئی





لبِ فرات نے یہ سانحہ عجب دیکھا
 سخاوتوں کے سمندر کو تشنہ لب دیکھا
 ہر ایک موج کو کمی مائیگی کا رنج ہوا
 عطشِ نعیموں کا جب شجرہٴ نسب دیکھا
 ستم گروں نے انہیں در بدر پھرایا ہے
 وہ جن کے در پہ فرشتوں کو بادب دیکھا
 ردِ اچھنی تو فلک نے بھی سرنگوں ہو کر
 مآلِ طنطنہٴ غیرتِ عرب دیکھا
 علیؑ کے دامنِ عصمت پہ کوئی داغ خطا
 نہ تم کو جب نظر آیا، نہ تم نے اب دیکھا
 ہر اک سحر کا اُجالا نخل ہوا اُس سے
 چراغِ بجھنے پہ جب اعتبارِ شب دیکھا
 وہ اوجِ دوشِ نبیؐ ہو کہ اوجِ نوکِ شاں
 حسینؑ ہی کو دعوالم میں منتخب دیکھا

رگوں میں گونج رہا تھا ہوسویروں کا
 وفا شعاروں نے یوں بھی وقارِ شب دیکھا
 لبوں پہ پیاس بھاگتا ہر جاں برسے
 نہ پھر زمینِ مودت کو تشنہ لب دیکھا
 تری جمیل پہ انا کی شکن نہ تھی عباسؑ
 جی بھی تو تیری شجاعت کو با ادب دیکھا
 درود نے بدنِ نور میں کیا جو قیام
 تو ہم شبیہِ نبیؐ میں جمالِ رب دیکھا
 جی بھی تو تشنہ لبی امرِ محترم کھری
 جو چہ ہمینے کے بچے کو جاں بلب دیکھا
 سلام جس نے بھی لکھا حسینؑ پر شاداں
 تو اس سلام کو سرمایہ ادب دیکھا



حدیث کر بلا کہتے ہیں ہم آہستہ آہستہ
 زمانہ سیکھ لے تہذیبِ غم آہستہ آہستہ
 شریعت کو بدل کر رکھ دیا فاسق سیاست
 ہوا مذہبِ ملوکیت میں صنم آہستہ آہستہ
 کھلونا بن گئے قرآن و سنت دستِ شاہی
 سرایت کر گیا اُمت میں سم آہستہ آہستہ
 اور اس کے بعد کی بیعت طلبِ سبطِ پیمبر
 ہوئی یہ جرات اہلِ ستم آہستہ آہستہ
 حسین اور بیعتِ فاسق اے تو بہ مغاذا اللہ
 ہوئی تیغِ صداقت پھر علم آہستہ آہستہ
 دیارِ کربلا میں کھینچ لی شمشیرِ حق آ کر
 ہوا ہر نقشِ باطل کا عدم آہستہ آہستہ
 عبائے کبر و نخوت کھینچ لی دوشِ خلافت
 کیا پا مال طاغوتی حشم آہستہ آہستہ

خطِ تنسخ پھیرا اجتہادِ فتنہ پرورد پر
 کیا قائم شریعت کا بھرم آہستہ آہستہ
 ہوئے اپنے سینچا گلشنِ دینِ پیغمبر کو
 کئے مذہب کے مستحکم قدم آہستہ آہستہ
 جگا کر قسمتِ اسلام کو خود سو گئے سرور
 برس کر کھل گیا ابرِ کرم آہستہ آہستہ
 کسی نے پھر کبھی بیعت نہ مانگی اس گھرانے
 ہوئی شاخِ یزیدیت قلم آہستہ آہستہ
 مسلمان کون تھا اب خود مسلمان فیصلہ کر لیں
 ورقِ تاریخ کے اُلٹیں گے ہم آہستہ آہستہ
 انہیں ملتا جوازِ قتلِ اصغر اب بھی دنیا کو
 کہ چلتا ہے مورخ کا قلم آہستہ آہستہ
 درِ شبیر سے ہٹ کر کہاں جلے گی دُسیا
 جہیں ہوگی اسی چوکھٹ پنجم آہستہ آہستہ
 غمِ شبیر کو اپنی نظر سے دیکھنے والو
 اثر فرمائے گا تم پر یہ غم آہستہ آہستہ

اثر سے ماتم شبیرؑ کے منکر ہے یہ دُسیا
 مگر آنکھیں ہوئی جاتی ہیں نم آہستہ آہستہ
 جواں بیٹے کی میت ڈھونڈھنے جلتے ہیں قیل میں
 حسین تشنہ لب، لرزاں قدم آہستہ آہستہ
 سفیرِ مرگ سے شہ نے کہا دم بھر ٹھہر جاؤ
 کہ اکبر ہے جواں نکلے گا دم آہستہ آہستہ
 کہا شبیرؑ نے رو کر ذرا ٹھہرو علی اکبرؑ
 نظر آتا نہیں آئیں گے ہم آہستہ آہستہ
 کہا خیمے کے در سے ماں کمن ہے مرا صغیرؑ
 گلے سے کھینچنا تیر ستم آہستہ آہستہ
 بھر آنکھوں میں آنسو سر جھکے ہاتھ بندھوا
 چلا حُر جانبِ شاہِ اُمم آہستہ آہستہ
 بوقتِ عمر گھوڑے سے نہیں پر آگے سرور
 گر ہے خاک پر گویا حرم آہستہ آہستہ
 بہ فیضِ ماتم شبیرؑ اے شاداں قیامت میں
 چلے جائیں گے ہم سوئے ارم آہستہ آہستہ

انقلاب انگیز لوں خونِ شہیدان ہو گیا
 جتنا دُنیا نے چھپایا یہ منایاں ہو گیا
 شہ سے غم منسوب ہو کر راحتِ جاں ہو گیا
 دردِ کہنتی تھی جسے دُنیا وہ درماں ہو گیا
 دینِ احمد کا سفینہ ڈوب ہی جاتا مسگر
 ناخدا کو وقت پر احساسِ طوفان ہو گیا
 پر تو خورشید سے ذروں کو تابی ملی
 کوئی قبر، کوئی بوزر، کوئی سلماں ہو گیا
 دینِ حقِ ذکرِ حسینؑ ابنِ علیؑ کو چھوڑ کر
 اک مقالہ ہے کہ جو محرمِ عنوان ہو گیا
 منزلِ شبیرؑ سے پہلے بشر تھا آدمی
 منزلِ شبیرؑ تک پہنچا تو انساں ہو گیا
 جتنے عرصے ہم حسینؑ ابنِ علیؑ کو رو لیے
 بس وہ عرصہ حاصلِ عمرِ گریزاں ہو گیا

کس عقیدت سے کیا اہلِ موت نے طواف
 روضہٴ شبیرؑ گویا کعبہ جاں ہو گیا
 کار فرما تھا بقدرِ صدقِ دل قربِ رسولؐ
 رہ گیا کوئی مسلمان کوئی مسلمان ہو گیا
 انقلابِ فکر کی بنیاد ہے ذکرِ حسینؑ
 حلقہٴ ماتم ز مرنے کو وستاناں ہو گیا
 ہو گئے جب ناخدا اس کے حسینؑ ابنِ علیؑ
 یہ سفینہ بے نیازِ فکرِ طوفاں ہو گیا
 حشرِ تنکِ باطل کو تڑپاٹے گا احساسِ شکست
 کربلا میں یوں بچائے دیں گا ساماں ہو گیا
 قیمتِ اشکِ عزا کا سب کو اندازہ ہوا
 جب انہیں اشکوں سے تربت میں چراغاں ہو گیا
 کربلا کا واقعہ اسلام کی تاریخ میں
 ایک نشتر ہے جو پیوستِ رگِ جاں ہو گیا
 لوکِ نیزہ پر تلاوت کی سرِ شبیرؑ نے
 حشرِ تنکِ یوں اتحادِ آلِ و قرآن ہو گیا

باپ کے سینے پہ سوتی تھی جو پچی ہلے ہلے
 اس کا مدفن شام کا تاریک ننداں ہو گیا
 کیسے کیسے پھول تپتی ریت پہ مرجھا گئے
 منستر مقتل میں زہرا کا گلستاں ہو گیا
 چادرِ تطہیر کا دارث جو تھا سر ہلے ہلے
 شام کے بازار میں وہ سر بھی عریان ہو گیا
 عصر تک شبیرِ مقتل میں اکیلے رہ گئے
 دوپہر میں گلشنِ زہرا سیا باں ہو گیا
 ہلے ناموسِ پیمبر اور دربارِ یزید
 کیا تیری شرم و حیا کو اے مسلمان ہو گیا
 مل گیا مداحیِ شبیر کا مجھ کو شرف !
 اس طرح شاداں مری بخشش کا ساما ہو گیا



ہے سب کا دار و مدارِ حیاتِ پانی پر
 کہ برقرار ہے یہ کائناتِ پانی پر
 جو یاد آئی سکینہ کی باتِ پانی پر
 جرمی نے تیرتی دیکھی حیاتِ پانی پر
 عیاں ہے زندگی بے ثباتِ پانی پر
 یہ بلبلے ہیں کر مرز حیاتِ پانی پر
 ہٹائے نہر سے خیمے کہ کوئی یہ نہ کہے
 بڑھی تھی جنگ کے میدان میں باتِ پانی پر
 کچھ ایسی قرض ہوئی تشنگی بہتر کی
 کہ شرمسار ہے اب تک فراتِ پانی پر
 علیؑ کے شیر نے دریا پہ کر لیا قبضہ
 مگر کیا نہ ذرا التفاتِ پانی پر
 خلافِ غیرتِ انسانیت تھی بندشِ آب
 دکھا رہے تھے شقی اپنی ذاتِ پانی پر

یہ اسپر حضرت عباسؓ تھالِب دریا
 کہ ڈنگاٹے نہ پلٹے ثبات پانی پر
 تبسم علی اصغر کا کچھ جواب نہ تھا
 ہوئے تھے یوں تو بہت واقعات پانی پر
 وہ غم ہوا ہے کہ عابد نے بعدِ قتلِ حسینؓ
 نگاہِ لطف نہ کی تاحیات پانی پر
 لکھی ہے عزت و ذلت کے ساتھ قدرت
 کسی کی موت کسی کی حیات پانی پر
 وہ تین روز کی پیاس اور اب قیامت
 ہے اقتدارِ خوش صفات پانی پر
 کہ جیسے ننھی بھتیجی چچا کے دوش پہ ہو
 گئے تھے مشک و علم ساتھ ساتھ پانی پر
 کبھی عرب کی حمیت سے یہ اُمید نہ تھی
 کہ پیش آئیں گی یہ مشکلات پانی پر
 جو پی رہے ہیں سبیلِ حسینؓ کا پانی
 خدا نے لکھی ہے ان کی نجات پانی پر

وہ مشک کے دہن زخم سے بہا پانی
 وہ اکے رُک گئی قسمت کی بات پانی پر
 رُخ سکیںہ و اصغر پہ وہ نگاہِ ریاب
 وہ صبر تا بہ حد ممکنات پانی پر
 یہ معجزہ بھی ہے صبرِ حسینؑ کا شاداں
 کہ پھر ہوئی نہ کوئی واردات پانی پر



شوق سے سجدے کرو تم سوئے کعبہ دیکھ کر
 ہاں مگر شبیر کا نقش کف پا دیکھ کر
 آج گم ہیں اپنی بربادی کا نقشہ دیکھ کر
 کل جو مہنت تھے ہمیں مجلس میں رونا دیکھ کر
 خود فضاؤں میں جہنم بن گیاں کا دُجو
 خوش ہو ہوتا تھا خدا کے گھر کو جلتا دیکھ کر
 ان کی قسمت میں خسارہ ہی خُساں ہے جو لوگ
 عظمت دیں بیچتے ہیں مالِ دنیا دیکھ کر

ہے یہ تو جذبہٴ ایثارِ فاطمہؑ ورنہ
 چراغ کوئی جلاتا نہیں ہوا کے لئے
 اگر ہے ٹوٹا ہوا دل تو یا حسینؑ کہو
 شکستِ سازِ ضروری ہے اس صدائے
 غمِ حسینؑ سے بہتر نہیں دو عالم میں
 متاعِ درد کسی دردِ آشنا کے لئے
 بصدِ ملال مدینے سے جا رہے ہیں حسینؑ
 جگہ نہیں ہے سفینہ میں ناخدا کے لئے
 عجیب منزلِ اوجِ لبشر ہے یہ کہ جہاں
 شہادتوں نے قدم میر کر بلا کے لئے
 دلوں میں اور دفاؤں کا نور پھیل گیا
 بجھائی شمعِ جواں نصارِ واقرباء کے لئے
 یہ کس نے ان کی تباؤں کو تارتا کیا
 کھلے تھے پھول تو گلشن کے ارتقاء کے لئے
 درِ بتولِ ملا دھند میں مقدر سے
 دگر نہ در می نہ تھا کوئی حل آئی کے لئے

زمانہ چاہے کرے جس کو سرفراز مگر
 سرِ علیؑ ہے فقط تاجِ امینا کے لئے
 سرِ نیاز کو کم مائیگی کا شکوہ ہے
 کہاں سے لاؤں جبیں تیرے نقشِ پاک کے
 تیرے کرم سے برائی اُمیدِ شاد آں کی
 ابھی تو ہاتھ اٹھے بھی نہ تھے دُعا کے لئے





آج پھر زد پر تعصب کی غم شبیرؑ ہے
 اب بھی شاعر کے قلم میں کیا کوئی زنجیر ہے
 کس قدر بے تاب ہے مجروح ہے دیگر ہے
 کر بلا کو انتظار وارثِ شبیرؑ ہے
 خواب کو حکم خدا سمجھا تھا اسمعیلؑ نے
 کر بلا لیکن خدا یا مرضیؑ شبیرؑ ہے
 بستر ختم الرسل پہ بک گیا نفسِ علیؑ
 مصر کے بازار میں بکنا کوئی تو قیر ہے
 حر ملا اپنے نشانے پر بہت نازاں نہ ہو
 دیکھ لے شبیرؑ کے ترکش میں بھی اکتیر ہے
 تا قیامت سرنگوں رہنا ہے تجھ کو اے قلم
 قرضِ تجھ پر مصطفیٰؐ کی حسرتِ تحریر ہے
 جب اسے عابد نے پہنا تھا تو زیہِ نجیر تھی
 اب کوئی پوچھے کہ یہ زبور ہے یا زنجیر ہے

اس نے کیا لکھا، مجھے مولا نے کیا کیا دے دیا

ہر قدم پہ محویت کا تب تقدیر ہے
 ناطقہ ہیں، ان کے والد ان کے شوہر نکل لال
 یہ کساع ہے یا حصارِ آیہ تطہید ہے
 سیدہ اس منقبت کا اجر دیں گی اور کچھ
 خلد کا کیا تذکرہ وہ تو مہری جاگیر ہے



میرے غیور امام نے ظلم سے کب کہا کہ بس
 قوتِ صبر دیکھ کر بولے خود اشتقیاؤ کہ بس
 بڑھ گیا دینِ مصطفیٰ ارہ گئی بندگی کی لاج
 سجدہ شہا نہر تیغ ایسا ادا ہوا کہ بس
 اکبر خوش جمال جنتل ہوئے تو بولا شمر
 فوجِ خدا میں بہر جنگ ہے کوئی دوسرا کہ بس
 کانپا فلک ہلی زیں، سکتے ہیں آگے لبیں
 قتل ہوئے جو شاہ دیں آیا وہ زلزلہ کہ بس

آؤ فرزندِ پیمبر کی عزا داری کریں
 جو سفرِ درپیش ہے کچھ اس کی تیاری کریں
 فکرِ پراپنی اگر ہم کر بلا طاری کریں
 اشک سے تخریر آئینِ جہاں داری کریں
 شہ کے غم میں آنکھ سے اشکِ عزا جاری کریں
 اور پھر شکرِ نزولِ رحمتِ باری کریں
 دے گئے ہیں جو وفا داری کو عمرِ جاواں
 ان وفا داروں سے پیمانِ وفا داری کریں
 گو ہر اشکِ عزا سے لبسِ دُعائے فاطمہ
 یعنی بازارِ شفاعت میں خریداری کریں
 نسخہٴ حُبِ علیؑ کے مستقل تریاق سے
 دور اپنی فکر کا دکھ، دل کی بیماری کریں
 طوق، بیٹری، ہتھکڑی، زنجیر، پھینس شوق سے
 خدمتِ عابد میں پیش اپنی گرفتاری کریں



میرے دل میں روضہ سرور بنے اور ٹوٹ جائے
 دوستو ممکن نہیں یہ گھر بنے اور ٹوٹ جائے
 چھین لی یوں حُبِ دنیا الفتِ شبیر نے
 جیسے کعبے میں بتِ آفرینے اور ٹوٹ جائے
 ہے عبادت کے لئے لازمِ دلائے اہل بیت
 در نہ گھر فردوس کے اندر بنے اور ٹوٹ جائے
 اس اذیت میں بڑی راحت میرے واسطے
 ان کا غم دل میں اگر نشتر بنے اور ٹوٹ جائے
 تیر مارے اصغر بے شیر کے اور رو پڑے
 یعنی قلبِ حر ملا پتھر بنے اور ٹوٹ جائے
 فیضِ سرور سے ہے پانی یہ زمینِ سنگلاخ
 در نہ ہر مصرعہ یہاں پتھر بنے اور ٹوٹ جائے
 ہے غمِ سرور میں شاد آں خاک میں ملے کا شق
 در نہ کیوں اشکِ عزاءِ اختر بنے اور ٹوٹ جائے

مٹے ہے، میخانہ ہے، مینا ہے، بوئے جام ہے
 مٹے کشوں کو انتظارِ ساقی کُلفام ہے
 آج دل میں بادۂ عرفاں بہ خطِ جام ہے
 منقبتِ شبیرؑ کی اک نغمہٗ الہام ہے
 کتنے ہم آہنگ ہیں فطرتِ افکارِ بلند
 یعنی جو شبیرؑ فرمادیں وہی اسلام ہے
 مرکزِ پرکارِ آزادی حسینؑ ابنِ علیؑ
 آمریت جن سے اب تک لرزہ بر اندام ہے
 عشقِ سبطِ مصطفیٰ ہے جو ہر حسنِ شعور
 اللہ اللہ یہ جنوں کتنا خردِ آشام ہے
 آج بھی دل میں بسا لیجے غمِ شبیرؑ کو
 آج بھی یہ غمِ علاجِ گردشِ آیام ہے
 جو ہر مظلومیت ہے برشِ جرات کے ساتھ
 جذبہٗ حبِ حسینؑ ابنِ علیؑ مصما ہے

آپ اپنی ذات میں دینِ مکمل ہیں حسینؑ
 فاطمہؑ کی گود بھی گہوارہٴ اسلام ہے
 حسنؑ ترتیبِ عناء ہے عطاۓ حق مگر
 زندگی میں سوز بھر دینا تمہارا کام ہے
 کارِ حق میں عشق ہے پروردہٴ عقل سلیم
 ابتدا آئینہٴ دارِ خوبی انجام ہے
 دیکھ کر نورِ نظر کو مسکراتے ہیں رسولؐ
 رحلِ زانوئے نبیؐ پر مصحفِ گلفام سے
 اور پھر اک واقعہٴ ماقبلِ تاریخِ جہاد
 دفعتاً پیشِ نگاہِ بانیِ اسلام ہے
 مسکراہٹ بھی ہے لبِ پرآنکھ میں آنسو بھی ہیں
 یہ مدینہ کی سحر، وہ کربلا کی شام ہے



حُبِ آلِ نبی سرسبز چاہیے
 ہر مسافر کو رختِ سفر چاہیے
 سعیِ تطہیرِ فکر و نظر چاہیے
 یہ عمل اکثر و بیشتر چاہیے
 اپنی ذاتی غرض سے حذر چاہیے
 اپنے حق کی حفاظت اگر چاہیے
 حق کو قربانی معتبر چاہیے
 اس کو نکرہ نہیں اس کو سر چاہیے
 گھر کے معصیت کے اندھیرے میں ہم
 ایسی تاریک شب کی سحر چاہیے
 بیتِ کدہ اپنے گھر کو بناتے ہیں ہم
 اور پھر ہم کو جنت میں گھر چاہیے
 ہم کو ان سے مودت کا دعویٰ تو ہے
 اپنے اعمال پر بھی نظر چاہیے

کر بلا ہم سے طالب ہے ایشا رکی
 اور ہمیں دولت و مال و زر چاہیے
 ان کے در پر لیبر اہی کافی نہیں
 سر بھی شائستہ سنگ در چاہیے
 ہم کو فطرت نے دی ہے متاع ہنر
 ہم کو توفیقِ عرضِ ہنر چاہیے
 جس سماعت کو ذکر علیؑ نذر ہو
 وہ سماعت ذرا معتبر چاہیے
 تجھ کو اعزاز و مال نہ ہر ملا
 اور کیا تجھ کو اسے چشم تر چاہیے
 دامنِ آل ہو، گلشنِ خلد ہو
 یہ دعا چاہیے یہ اثر چاہیے
 ان کے در سے ہی سب کچھ ملے گا مگر
 کوئی شاداں سا درِ بوزہ گر چاہیے



یہ منزل ہے ذکرِ شہ کربلا کی !
 یہاں میں نے خود اپنے حق میں دعا کی
 بشر کی فضیلت ہے یہ انتہا کی
 کہ ساجد ہیں نوری تو مسجودِ خاکی
 یہ ادنیٰ اسی تعبیر ہے کربلا کی
 بشر کو نظر مل گئی تھی خدا کی
 ہے مشک و علم میں جو پیہم رفاقت
 بھتیجی سے یہ محبت چچا کی
 حرم میری جانب سفر کر رہا ہے
 جبیں پر ہے تصویر کس نقشِ پاکی
 وہ طوفانِ کارِ مخ موڑ دیتے ہیں آثر
 جو رفتار پہچانتے ہیں ہولکی
 قلم ہو گئے ہاتھ غازی کے لیکن
 لبِ ہنر تاریخ لکھ دی دفا کی

اے خود ہی آواز دیتی ہے منزل
 یہ پہچان ہے معتبر رہنما کی،
 خدا لکھ دیا ایک عبدِ خدا کو
 قلم نے یہاں اجتہادِ خطا کی
 یہ عابد سے پوچھو مصائب نے ان پر
 کہاں ابتدا کی کہاں انتہا کی
 کوئی حر کے دل سے یہ پوچھے کہ کیسے
 مہم سر ہوئی ہے شکستِ انا کی
 سلامِ شہ کربلا اور شادان
 یہ تائید ہے بندہ پر در خدا کی



یوں ذکرِ غم کو دل کا سہارا بنا دیا
 دنیا کو دین، دین کو دنیا بنا دیا
 خاکِ شفا ہے تابہ ابدِ سجدہ گاہِ شوق
 مولائے کربلا کو بھی کعبہ بنا دیا

دُنیا میں تم کو بھیج کے پروردگار نے
 دُنیا کو نازِ عرشِ معلیٰ بنا دیا
 اے دشتِ کربلا تجھے ایک بے دیا نے
 اسلام کی بقا کا حوالہ بنا دیا
 تسکین و اضطراب کے معنی بدل دیے
 دریا کو پیاس، پیاس کو دریا بنا دیا
 بشیرِ اے کے لہو کی کرامت تو دیکھئے
 خاکِ شفا کو زینتِ سجدہ بنا دیا
 محسوس ہو رہی ہے دل و جاں میں مٹنی
 قسمت نے ہم کو جب مہتسا بنا دیا
 بدلا ہے یوں ہر ایک شکایت کو شکر سے
 جو غم ملا اسے غمِ مولا بنا دیا
 احسان ہے خدا کا کہ ذکرِ حسین نے
 زندانِ فکر میں بھی درِ تچہ بنا دیا
 مدح و ثنائے آل کو سجدہ کرے قلم
 اوقاتِ تیری کیا تھی تجھے کیسا بنا دیا

جو دل میں اُلفتِ سبطِ نبی ہے
 تو مستحکم نظامِ زندگی ہے
 اسی سجدے سے قائم ہیں نمازیں
 جو اعجازِ کمالِ بندگی ہے
 قلم ہے، مدحتِ آلِ نبی ہے
 ہماری مستقل یہ نوکری ہے
 حقیقت میں وہی تو کوثری ہے
 جسے ان کی نظر پہنچا نئی ہے
 تعصب کے اندھیروں میں نہ بھٹکو
 مودتِ روشنی، اسی روشنی ہے
 خلوصِ دل نہ ہو تو منقبت بھی
 فقط الفاظ کی جا دو گری ہے
 غمِ شبیر ہے اپنی ثقافت
 عزاداری اساسِ زندگی ہے

مُرادیں سب کی ہو جاتی ہیں پوری
 خزانے میں مہتارے کیا کمی ہے
 تجھے ہے کس لئے خوفِ قیامت
 اگر تیری سپر نادِ علی ہے



موتے ہیں حق پہ کس طرح کوئی نہ کہہ سکا کیوں
 سبطِ رسولِ پاک نے سب کو بتا دیا کیوں
 لٹ گیا کس طرح شبابِ اکبر خوشِ فصال کا
 نخلِ اُمید سے مڑ کر کے بتا گیا کیوں
 ہوتی ہے زیرِ تیغ بھی کیسے نمازِ عشقِ ادا
 سبطِ رسول کے سوا کون بتائے گا کیوں
 پردہ کر دگی کس طرح اس سے توچھین گئی دُعا
 بالوں بیبیوں نے خود منہ کو چھپایا کیوں
 آلِ رسول کے سوا کوئی بیاں کرے گا کیا
 قافلہ اہل بیت کا دشت میں یوں لٹا کیوں



کریں حسبِ ضرورت کوئی تبدیلی شریعت میں
 یہ سازش ہو رہی ہے آج ایوانِ حکومت میں
 سمجھ میں فرق آئے گا شریعت اور عقیدہ میں
 پکارو تو سہی ان کو کسی مشکل میں آنت میں
 لٹاؤ حشر تک لفظوں کے موتی ان کی مدحت میں
 کمی ہرگز نہیں آئے گی اس نایاب دے لت میں
 دُعا ئے سیدہ کے سائے میں آباد رہتے ہیں
 عزاداری ہو شامل جن کی تہذیب و ثقافت میں
 یہ سودا خلد سے رومال نہرا تک تو ابھی بچا
 اضافہ ہو رہا ہے دن بدن آنکوں کی قیمت میں
 یہاں بدلے ہوئے ماحول میں پیچ بولنے والے
 یہ سچائی نرا پہلا قدم ہے حق کی نصرت میں
 علیؑ کے دشمنوں کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا
 بہت قربانیاں ہم دے چکے اب تک مروت میں

دلوں کا بغض دیواروں کی تحریریں ظاہر ہے
 ہمیں کافر کہا جاتا ہے الزامِ موت میں
 عزاء لانے جلائیں، مسجدیں چھوٹکیں، ہمیں لوٹیں
 نہ فرق آئے گا ہم اہلِ عزاء کی استقامت ہیں
 ہمیں ذکرِ حسینؑ ابنِ علیؑ سے روکے والو
 ہمارا اور تمہارا فیصلہ ہوگا قیامت میں
 یہ شعلے بڑھتے بڑھتے آگے صحنِ گلستان تک
 ہمارے باغباں اُلجھے ہیں گلشن کی سیاست میں
 علیؑ ہیں میرے مرقد میں فرشتو بوجھے کیا ہو
 اگر چاہو تو شاملِ نم بھی ہو جاؤ غبارِ شب میں



چلا جو آل پمبیر کی دشمنی کے لئے
 عذاب بن گئی یہ زندگی اسی کے لئے
 نہ وہ نماز ہے قائم نہ وہ نمازی ہیں
 جنہوں نے بخشا تھا معیار بندگی کیلئے
 بس ایک سجدہ آخر نے یہ پیام دیا
 حسینؑ آئے قیام نماز ہی کے لئے
 خدا کے پاس یہ مفہوم ہے عبادت کا
 کہ آدمی نہ مصیبت ہو آدمی کے لئے
 وہ ہاتھ میں ہو انگوٹھی کہ تیر پاؤں میں
 ہے وہ علیؑ کے رکوع و سجود ہی کے لئے
 سنو حسینؑ کی آواز حریت اب بھی
 ہے ایک قہر زمانے میں خسروی کیلئے
 ازاں میں آج بھی اکبر کا نام آتا ہے
 یہ افتخار ہے ہم صورتِ نبی کے لئے



امین قوتِ خیبر شکن ہے نانِ جویں
 پیامِ امن ہے یہ جنگِ زرگری کیلئے
 ہزارِ شورِ جہالت کا ہے بس ایک آبا
 جواکِ وفا ہے عالم کی خامشی کے لئے
 نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و خمس و جہاد
 ستوں ہیں آلِ محمد کی دوستی کے لئے
 رہے گی اس چینِ نظم میں بہار اگر
 غمِ حسینؑ ہے موضوعِ شاعری کے لئے
 خرید لیتا ہے شاداںِ خدا کی مرضی کو
 جواپنی جان بچھا کرے کسی کے لئے



حیات جن کو درِ پنجن سے ملتی ہے
 اجل بھی ان سے بڑے بانگین سے ملتی ہے
 عجیب انجمنِ مدح حضرت شبیرؑ
 ارم کی راہ اسی انجمن سے ملتی ہے
 یہ کر بلا کا مدینے کے نام ہے پیغام
 بقاء وطن کو کسی بے وطن سے ملتی ہے
 حسینؑ کرتے ہیں اکبر کی اس لئے تعظیم
 کہ ان کی شکل رسولِؐ زمن سے ملتی ہے
 ہے کر بلائے معلیٰ وہ منزلِ ایشار
 جہاں پہ بھائی کو نہمت بہن سے ملتی ہے
 نصیریوں کا ہے دعویٰ کہ خلد اور نجات
 ہمیں خرد کہیں دیوانہ پن سے ملتی ہے
 سنبھل کے جاوے حُبِ حسینؑ میں آؤ
 یہ راہ منزلِ دار و رسن سے ملتی ہے

شجاعتوں کی گواہی نبی کو خیر میں
 کسی کی چال کسی کے چلن سے ملتی ہے
 سوائے در بدری اور کچھ نہیں دیتی
 جو رہبری صفتِ راہزن سے ملتی ہے
 سدا سعادتِ خوشنودیٰ خدائے جلیل
 دلوں کو معرفتِ پنجتن سے ملتی ہے
 وہ آفتابِ مودت کا نور کیسا دیکھے
 کہ روشنی جسے ایک اک کرے ملتی ہے
 جہاں پہ حرف کی حرمت ہو ضامنِ تحریر
 یہ منقبت اسی ناموسِ فن سے ملتی ہے
 اسی چین میں نشیمن بنائے شاداں
 بہارِ خلدِ بریں جس چین سے ملتی ہے



اک تاثیر تر از لفظ و معانی چاہیے
 کربلا کی بات اشکوں کی زبانی چاہیے
 مدح معصومین قرآن کی زبانی چاہیے
 یہ فضیلت صورتِ سبع مثالی چاہیے
 سرنگوں ہے اب بھی اصغر کے تنہا ہے لغت
 اب خطیبوں کو شعورِ بے زبانی چاہیے
 لے گئے عباسؑ اپنے ساتھ ہی امیدِ آب
 اب تو بچے بھی نہیں کہتے کہ پانی چاہیے
 آنکھ میں خاموش آنسوؤں میں یادِ کربلا
 اس طرح قلبِ دنظر کی لوحِ خوالی چاہیے
 پرچمِ عباسؑ سے بدلے نہ کیسے رنگِ آب
 خضر کو دریا پہ اب پوشاکِ دھانی چاہیے
 ہم سے بہتر ہیں یقیناً خضر و الیاس و مسیح
 ماتم سرور کو اتنی زندگانی چاہیے

لب پہ آنا چاہیئے بے ساختہ نام حسینؑ
 اس طرح رو بلائے ناگہانی چاہیئے
 داغِ ماتم اپنے سینوں پر سجا کرے جلو
 کوئی تو جنت میں جانے کو نشانی چاہیئے
 پانچ ہوں، بارہ ہوں، چودہ ہوں بہتر ہو حضور
 جس کے یہ کردار ہوں ایسی کہانی چاہیئے
 اے مقدّرِ روضہؑ سرور سے اب تک دُہسوں
 اب تو اے نامہریاں کچھ مہربانی چاہیئے

حضرت امام زین العابدینؑ



ملی ہیں صبر سے تم کو کرامتیں کیا کیا
 اٹھائیں دین کی خاطر مصیبتیں کیا کیا
 دعا و صبر و نماز و عبادت و سجدہ
 خدا نے آپ کو بخشیں فضیلتیں کیا کیا
 دلوں پہ اُتریں، میں ان کی دعاؤں کی صورت
 زبورِ آلِ محمد کی آئینیں کیا کیا
 یہ سب صحیفہ سجاد کی کرامت ہے
 ملیں دعاؤں سے ان کی ہدایتیں کیا کیا
 تمہاری خوبی کردار کا کرشمہ ہے
 کہ ناز کرتی، میں تم پر سخاوتیں کیا کیا
 تمہارے ذکر، تمہاری فضیلتوں کے طفیل
 ملی ہیں اہل قلم کو سعادتیں کیا کیا

شنائے آدمِ آلِ محمد اور ہم لوگ
 ہیں آدمی پہ خدا کی عنایتیں کیا کیا
 یہ آرزو تھی کہ مولا کی منقبت کہتے
 نہ کہہ سکے تو، ہیں خود سے شکایتیں کیا کیا
 غمِ حیات سے فرصت ملے تو غور کرو
 ہیں ذکرِ آلِ محمد میں راحتیں کیا کیا
 حکومتوں سے جو دب کر کبھی نہیں ملتے
 ملی ہیں ان کے قلم کو کرامتیں کیا کیا
 جو اقتدار پہ منبر کی راہ سے پہنچے
 حکومتوں کی ہیں ان پر عنایتیں کیا کیا
 وہ حرصِ دولتِ دنیا بنامِ ذکرِ حسینؑ
 اسی سے چمکی ہیں گویا تجارتیں کیا کیا
 تجارتوں میں وہ سود و زیاں کے ہنگامے
 پہنچ رہے ہیں انہیں سے عداوتیں کیا کیا
 اسی عداوتِ بے فیض کے نتیجے میں
 ہماری قوم پہ آئی ہیں آفتیں کیا کیا

ہمیں سپاہ صحابہ کی انجمن کا فساد
 اسی فساد سے نکلیں عداوتیں کیا کیا
 ہمیں فریبِ مسلسل سوارِ اعظم کا
 بنامِ دینِ خدا، ہیں شرارتیں کیا کیا
 ہمیں نفاذِ شریعت کے کھوکھلے نعرے
 لئے ہوئے، ہیں یہ نعرے سیاستیں کیا کیا
 آگاہ کے جھوٹی حدیثوں کی فصلِ اہلِ نفاق
 وصول کرتے ہیں شاہوں کی جڑیں کیا کیا
 ہے فصلِ پر جو سعودی ریال کی بارش
 اسی سے بڑھتی، ہیں جھوٹوں کی ہمتیں کیا کیا
 جوازِ ڈھونڈھ رہے ہیں جو بادشاہت کا
 ہیں ان کو دولتِ دنیا کی رغبتیں کیا کیا
 بنی و آلِ بنی کے جو لوگ دشمن، ہیں
 یہ ان کو دیتے ہیں جھوٹی فضیلتیں کیا کیا
 خمینیت کا شہنشاہیت شکن کردار
 ہیں تخت و تاج پہ اب اس کی ضربتیں کیا کیا

ابھر رہا ہے جو اک انقلابِ فکر و نظر
 بروئے کار ہیں اس کی علامتیں کیا کیا
 یہ انقلاب سفر کر رہا ہے فہمنوں میں
 ہیں نسلِ نو یہ اس کی عنایتیں کیا کیا
 اس انقلاب کی آہٹ کو سن رہے ہیں عوام
 ہیں اس کی ظلِ الہی پہ بیہوش کیا کیا
 نہ دن کا چین نہ راتوں کی بیند باقی ہے
 یہ تخت و تاج نے دی ہیں اذیتیں کیا کیا
 یہ آرزو ہے کہ بس تخت و تاج بچ جائے
 ملوکیت پہ مسلط، میں دہشتیں کیا کیا
 کھلے ہوئے ہیں خزانوں کے منہ فقیہوں پر
 ٹٹا رہے ہیں شہنشاہِ دولتیں کیا کیا
 مگر اسیر ہیں آپس کے اختلاف میں ہم
 ہوئی ہیں درپے آزارِ نفرتیں کیا کیا
 اس اختلاف سے وہ فائدہ اٹھاتے ہیں
 کہ پوری ہوئی، میں ان کی ضرورتیں کیا کیا

دشت و کوفہ و بغداد کی وہ دیواریں
 سناہی ہیں ابھی تک روایتیں کیا کیا
 خباثتِ اموی لے رہی ہے انگریزائی
 لڑا رہا ہے زمانہ سیاستیں کیا کیا
 یہ اختلاف بھلا دو درگزنہ دیدہ و رو
 متہاری گھات میں بیچھی ہیں زینیں کیا کیا

وقفِ آلامِ سیدِ سجادؑ
 حق کا پیغامِ سیدِ سجادؑ
 صبر، جرأت، دعا، عبادت، علم
 ایک ہی نامِ سیدِ سجادؑ
 رد ہوئے ایک صبر سے تیرے
 سارے الزامِ سیدِ سجادؑ
 ایک تاریخِ ساندِ عزمِ بلند
 تیرا اقدامِ سیدِ سجادؑ
 فاتحِ کربلا امامِ حسینؑ
 فاتحِ شامِ سیدِ سجادؑ
 کیسا اُترا دلوں میں بن کر دعا
 تیرا پیغامِ سیدِ سجادؑ



نصرتِ حق کی جان ہیں سجادؑ
 مبد کا آسمان، میں سجادؑ
 ناشرِ مقصدِ حسینؑ، میں یہ
 کر بلا کی زبان، میں سجادؑ
 ہر دُعا ان کی اک ہدایت ہے
 وہ ہدایت نشان، میں سجادؑ
 جو صحیفہ دلوں پہ اُترا ہے
 ان دعاؤں کی جان ہیں سجادؑ
 جن کی زنجیر آج زیور ہے
 حریت کی وہ جان ہیں سجادؑ



کیا صبر کا انجام ہے سجاڑے پوچھو
 میاں دتہ دام ہے سجاڑے پوچھو
 جو حرفِ دعا جو ہر توفیق طلب ہے
 وہ فکر کا احرام ہے سجاڑے پوچھو
 زحمت جو اسیری کی ہے وہ جادہ حق میں
 ہے تہر کہ انعام ہے سجاڑے پوچھو
 اور ایک قیادت ہو تو صدیوں کا سفر بھی
 بس زحمت یک گام ہے سجاڑے پوچھو
 ہے بہر ہدایت جو دعاؤں کا صحیفہ
 ہم صورتِ الہام ہے سجاڑے پوچھو
 کس طرح مرلیضوں کو شفا دیتا ہے بیمار
 سجاڑے کا یہ کام ہے سجاڑے پوچھو
 زنجیر کو زلیو رہو بنا دیتی ہے یکسر
 اس فکر کا کیا نام ہے سجاڑے پوچھو

منظلوم سے ظالم ہے پریشیاں سرورِ یار
 اور لرزہ بر اندام ہے سجاد سے پوچھو
 آزار ہی آزار ہے جو مسلک حق میں
 اکرام ہی اکرام ہے سجاد سے پوچھو
 طبل و علم و شکر و مال و حشم و جاہ
 حق کے لئے بے نام ہے سجاد سے پوچھو
 پوچھو یہ فرز و ق سے جو ہے ربّ سجاد
 کیا نیت ہشام ہے سجاد سے پوچھو
 شبیرؑ سے پوچھو جو ہے دکھ کرب و بلا کا
 جو مرحلہ شام ہے سجاد سے پوچھو
 جو فتح سمجھتا ہے تشدد کے اثر کو
 ناواقف انجام ہے سجاد سے پوچھو
 جو نام کی خاطر ہوا بیعت کا طلب گار
 وہ آج بھی بدنام ہے سجاد سے پوچھو
 ملحوظ نظر دیں کا تحفظ ہو تو شاداں
 زحمت میں بھی آرام ہے سجاد سے پوچھو

حضرت امام محمد باقرؑ



عظمتوں کا نشان ہیں باقرؑ
 علم کا آسمان، میں باقرؑ
 کوئی جس کو پہنچ نہیں سکتا
 وہ صداقت کی شان ہیں باقرؑ
 تیرا انداز سارے ہار گئے
 وہ کڑکتی کمان ہیں باقرؑ
 بولا راہب اور اس کے سلسے مرید
 یسوع کا واضح نشان ہیں باقرؑ
 امتحان ان کا کوئی کیلے گا
 خود ہی اک امتحان ہیں باقرؑ
 علم سے ان کے دین قائم ہے
 دین کے پاس بان ہیں باقرؑ

ان کی سچائیوں سے حق ابھرا
 اعتبارِ بیان ہیں باقہ
 علمِ دوراں انہیں سے قائم ہے
 علمِ دوراں کی جان ہیں باقہ
 دینِ اسلام اک سفینہ ہے
 اس پر اک بادبان، میں باقہ
 کامرانی کا راستہ، میں یہ
 منزلوں کا نشان ہیں باقہ
 ان کی ہر بات دل میں اُترتی ہے
 اس قدر خوش بیان ہیں باقہ
 باغِ عصمت کے ساتویں گل تر
 ہاں بصدِ عز و شان ہیں باقہ
 اور پھر گلشنِ امامت کے
 گلِ پنجم نشان ہیں باقہ
 یہ ہیں ہم نام وہم شبیبہ رسولؐ
 صاحبِ عز و شان ہیں باقہ

ہیں گواہ دمشق و کوفہ و شام
 و مکہ بھری داستان ہیں باقرؑ
 شاہد واقعات کرب و بلا
 وہ صداقت نشان ہیں باقرؑ
 ان کو بھیجا رسولؐ نے بھی سلام
 ایسے عالی نشان ہیں باقرؑ
 مسجد و منبر و شجاعت و علم
 ہر جگہ کامران ہیں باقرؑ
 سکے رائج العوام دیا
 آگہی کی زبان، میں باقرؑ
 جہل کی دھوپ کا ہمیں کیا ڈر
 علم کا سا بٹان، میں باقرؑ
 دیکھئے جابر ابن عبد اللہ
 کیسے عظمت نشان ہیں باقرؑ
 نانا، دادا، پدر، پسر ہیں امام
 خود امامت نشان ہیں باقرؑ

حضرت امام جعفر صادقؑ



علم کا بہتتا ہوا موج دریا آپ ہیں
 آدمی کی عقل حیراں ہے کہ کیا کیا آپ ہیں
 پیکر ایماں ہیں اور معیار تقویٰ آپ ہیں
 دین پیغمبر کا دنیا میں حوالہ آپ ہیں
 جابر حیاں کے آقا و مولا آپ ہیں
 باب شہر علم کا پر نور طغرا آپ ہیں
 یہ جو فقہ جعفری ہے اک نظام زندگی
 اس کے ناظم آپ ہیں اس کا سہارا آپ ہیں
 طب، ریاضی، کیمیا، تشریح، الجبر، مثل
 علم کا جس میں سمندر ہے وہ دریا آپ ہیں
 آپ اسی دنیا میں ہیں، ہنمام دریا بہشت
 فیض پائے گی ہمیشہ جس سے دنیا آپ ہیں

آپ کی سچائیوں سے ہے صداقت کا بھرم
 جعفر صادق ہیں اور معیار تقویٰ آپ ہیں
 اک معلم، اک مہندس، اک منجم، اک فقیہہ!
 علم کا پرچم کیا ہے جس نے اونچا آپ ہیں
 کر دیا آخر فردع دیں کو دستور حیات
 دین جس سے روشنی پائے وہ دنیا آپ ہیں
 آپ ہیں نور ہدایت عقل انساں کے لئے
 تیرگی ہے جس سے لرزاں وہ سویرا آپ ہیں
 دینِ برحق کے مجدد، ناظم شرع مبین
 جس سے پیشانی منور ہے وہ قبلہ آپ ہیں
 اے مفسر اے محدث، اے مورخ، اے علیم
 دینِ مژدہ کو کیا ہے جس نے زندہ آپ ہیں
 ایک تحفہ ہے ابو حمزہ ثمالی کی دُعا
 جس نے بخشا ہے عبادت کا سینہ آپ ہیں
 آپ صابر، آپ فاضل، آپ طاہر، آپ نیک
 صادقِ آلِ محمد میرے مولا آپ ہیں

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ



تخت پر جب بھی خلافت کے بہانے آئے
 رسم سادات کشتیِ خوب نبھانے آئے
 بھٹی وہ عباسیوں کی خوئے شقاوت جس سے
 ظلمِ اولادِ پیغمبر پہ وہ ڈھانے آئے
 ہادی و مہدی و منصور کہ ہارون رشید
 حضرت موسیٰ کاظم کو ستانے آئے
 بارہا بدے ہیں داروغہ زنداں لیکن
 سبقتی ہارے ہیں جوان کو ہرانے آئے
 جس کے قدموں پہ ہوئی جبرأتِ اظہارِ شمار
 لوگ اس کو بھی جفاؤں سے ڈرانے آئے
 بیکس و صابر و مظلوم و فقیہ و صالح
 ایسے مولا کو بھی کچھ لوگ ستانے آئے

اس لئے رکھی ہے بغداد کے پل پر میت
 بیکی کاش یہاں اشک بہانے آئے
 زندگی کٹ گئی زنجیر مگر کٹ نہ سکی
 ان پہ ایسے وہ اسیری کے زمانے آئے
 ہو گیا موسیٰ کاظم کو شہادت کا یقین
 نہرا لود جو انگوڑ کے دانے آئے
 جب بھی اونچا کیا مولانا صداقت کا علم
 ظالموں کے وہی انداز بڑھانے آئے
 حرفِ حق جب کبھی دربار میں گونجاؤں
 حریت سوز اسیری کے زمانے آئے



حضرت امام علی رضاؑ

کھلا جوابِ شفا ہے رضا کے روضے پر
 ہر ایک دکھ کی دوا ہے رضا کے روضے پر
 کسی کو کیسے بتائیں، کسی سے کیسے کہیں
 جو دل کا حال ہو اسے رضا کے روضے پر
 دُعا بغیر اثر ہے کہاں کہاں لیکن
 اثر بغیر دُعا ہے رضا کے روضے پر
 کوئی سفر، کوئی آنت، کوئی مرض، کوئی غم
 علاج سب کا ملا ہے رضا کے روضے پر
 جو زندگی سے ہے بھرپور زندگی ہے مگر
 اجل بھی زیست نما ہے رضا کے روضے پر
 بشر خطا ہی خطا ہے غریقی عصیاں سے
 ادھر عطا ہی عطا ہے رضا کے روضے پر

خرد کو جس کی ازل سے تلاش ہے اے دل
 وہ نورِ جلوہ نما ہے رضا کے روضے پر
 حرم میں ان کے ایک لاکوئی نہیں ہوتا
 بجومِ اہلِ دلا ہے رضا کے روضے پر
 وہ دل کا حال جو نوکِ زباں تک آسکا
 وہ آنسوؤں نے کہا ہے رضا کے روضے پر
 خدا کرے کہ ملے بار بار اذنِ درود
 ہر ایک کی یہ دعا ہے رضا کے روضے پر
 ہم اس سے پہلے یہاں کیوں نہ آسکے آخر
 یہی ملال ہوا ہے رضا کے روضے پر
 وہ چیز جس سے عبارت ہے عفتِ ہستی
 وہی حجابِ وحیا ہے رضا کے روضے پر



رضا کا جس کو بھی جادہ نصیب ہوتا ہے
 اسے طلب زیادہ نصیب ہوتا ہے
 دعا کرو وہ بلائیں پھیر اپنے روضے پر
 دیں سے یہ بھی ارادہ نصیب ہوتا ہے
 سدا جماعتِ اہل ولاء ہے روضے پر
 شرف کہاں یہ فرادانصیب ہوتا ہے
 ملے جو حبِ علیؑ وسعتِ نگاہ کے ساتھ
 تو اس کو دل بھی کشادہ نصیب ہوتا ہے
 بناؤ نقشِ ولاء یا بگاڑ لو صورت
 ورق تو زلیست کا سادہ نصیب ہوتا ہے
 یہ معجزہ ہے کہ سب کو پہنچ کے مشہد میں
 قرار حد سے زیادہ نصیب ہوتا ہے

ہر اہل دل کو مشہد یہ دس مے رہا ہے
 تسلیم کی ہے منزل جو منزلِ رضا ہے
 یہ کُدرِ یزل ہے یہ مظہرِ خدا ہے
 یہ جانِ ہل اتی ہے یہ روحِ اتنا ہے
 اخلاق ہے، عمل ہے، ایثار ہے، وفا ہے
 کشتی ہے، بادِ باں ہے، لنگر ہے، ناخدا ہے
 وہ تختِ دُناج جس کو ٹھکرا دیا حسنؑ نے
 پھر آج ان کے در پر محتاجِ اعتنا ہے
 دولت نے لے لیا ہے پھر علم کا سہارا
 یہ رسمِ خسروِی ہے یہ سقّیِ نارِ سا ہے
 مامون کیا چلاتا دُنیا میں اس کا سگہ
 ہر ایک دل پہ جس کا سگہ جما ہوا ہے
 سارے جہاں کی دولتِ قیمتِ نہیں اس کی
 عباسیوںؑ کہہ دو یہ آلِ مصطفیٰؐ ہے

حاصل ہے باریابی جس کو درِ رضا تک
 اک آہ پر اثر ہے اک نالہ رسا ہے
 میرے لئے تو شافاں کعبہ عقیدتوں کا
 یا ان کا سنگ در ہے یا ان کا نقشِ پلہ



کچھ اس طرح بھی قرضِ مودت ادا کریں
 منبر سے آج مدح و ثنائے رضا کریں
 لفظوں میں کیسے قید کریں دل کی دھڑکنیں
 جو منقبت کا حق ہے وہ کیسے ادا کریں
 مانگا قلم نبیؐ نے تو دیو انہ کہہ دیا
 اُمت کی ایسی جہل پناہی کو کیا کریں
 لیکن محدثوں کے قلم دان ہیں گواہ
 جو آرزوئے حق بہ زبانِ رضا کریں
 ان کو سند سمجھتے ہیں علم الرجال پر
 اک مستند حدیث کی جو التجا کریں

معصوم کی زبان سے سن کر بس اک حدیث
 اسنادِ اہل بیت کے حق میں دُعا کریں
 دیوانگی کے جو بھی جہاں میں مرضی ہی
 وہ لوگ اس حدیث سے اپنی دوا کریں
 لاریب یہ حدیث بھی ہے معجزہ بھی ہے
 بیشک اسے علاج سمجھ کر پڑھا کریں
 کلمہ ہے ایک قلعة محفوظ دین کا
 وہ امن میں رہیں گے جو اس دُعا کریں
 منجملہ شراط کلمہ ہیں اہل بیت
 یعنی جو کلمہ گو، میں وہ حق پر رہا کریں
 احساس اعتبار تحفظ ہے ان کا نام
 اس نام کو وسیلہ حریف دُعا کریں
 کوئی مرض ہو، کوئی مصیبت، کوئی سفر
 شاداں انہیں کو صامن رو بلا کریں



امام محمد تقیؑ

جو کوئی مدحِ تقیؑ جواد کرتا ہے !
 وہ اپنی فکر و قلم سے جہاد کرتا ہے
 اس ایک شعر کی قیمت کسی کو کیا معلوم
 وہ شعر جو دل زہرا کو شاد کرتا ہے
 تقیؑ کہیں جسے مومن ہے بس وہی مومن
 کہ ان کی رائے پہ خالق بھی صا د کرتا ہے
 جو ذکرِ آل سے روکے تو اس کی کچھ نہ سنو
 کہ وہ تاسیؑ ابن زیاد کرتا ہے
 تقیؑ ضرور اے متقی بنا دیں گے
 جو ان کی بزمِ کایوں انعقاد کرتا ہے
 پتہ چلا سرِ دربار ابن اکثم کو
 کہ طفلِ آلِ نبی اجتہاد کرتا ہے
 وہ اجتہاد جو پابندِ ماہ و سال نہیں
 وہ اجتہاد امامتِ نثراد کرتا ہے

خلوص دل سے کبھی اس سے مانگ کر دیکھو ✓
 وہ نامراد کی پوری مسدا کرتا ہے
 پسند ہے جسے اصلاحِ مصلحت آمیز
 وہ شخص نام خدا پر فساد کرتا ہے
 بگاڑتا ہے امامِ تقی کی محفل کو !
 مگر یہ کام کوئی بدنہاد کرتا ہے !
 جو اتباعِ امامِ تقی کا ہے شیدا
 وہ راہِ علم و عمل و کثاد کرتا ہے
 وہ بدنصیب ہے جس کو نہیں پسند یہ ذکر
 وہی تو بزمِ ولا میں فساد کرتا ہے
 مگر وہ شخص جو گزرا ہے راہِ تقویٰ سے
 وہ آج تک مرے مولا کو یاد کرتا ہے



لکھی ہے منقبت جو ترقیؑ جواد کی
 تو تیسرہ بڑھ گئی قلم خوش بہاد کی
 منزل ہے یہ ادب میں قلم کے جہاد کی
 اس مرحلے پہ نادعلیؑ ہم نے یاد کی
 ہو جائے معرفت جو حقوق العباد کی
 ایماں سے جا ملیں گی حدیں اعتقاد کی
 جو تخت و تاج سے بھی خریدنا نہ جاسکا
 مسدد کی ہیں اس نے ہی راہیں نسا کی
 یوں اس نے اپنے نفس کو مغلوب کر لیا
 وہ پیکر بشر میں ہے آیت جہاد کی
 شادی کی پیش کش بن اکثم کی گفتگو
 سب صورتیں ہیں کینہ و بغض و غنا کی
 شل مطرووں کے ہاتھ میں بر لب خوش ہیں
 یہ ہیں کرامتیں اسی عصمت نثراد کی

پہرہ ہے کیوں فضائلِ آلِ رسولؐ پر
 کیا اب بھی نسلِ باقی ہے ابنِ زیاد کی
 ہم کو تو مل گیا درِ اولادِ مصطفیٰ
 منت کی اب ہے فکر نہ ہم کو مراد کی
 دنیا پہنچ گئی درِ آلِ رسولؐ پر
 جب گفتگو چھڑی ہے کبھی عدل و داد کی
 سائل کو مسئلے کے بتائے تمام رخ
 تعلیم ہر فقیہہ کو دمی اجتہاد کی
 مچھلی ہو بند مٹھی میں، یا ہو فضا میں باز
 ان کو خبر ہے عالمِ بست و کشاد کی
 ہم کو تو اُسیتن کے سانپوں نے ڈس لیا
 ہم تو بھگت رہے ہیں سزا اعتماد کی
 جو انتشارِ فکر کے بانی ہیں قوم میں
 کس منہ سے بات کرتے ہیں وہ اتحاد کی
 نذرانہِ خلوص ہے شاداں یہ منقبت
 مولانا لاج رکھی ہے تجھ کم سواد کی



دل کی لگن ہے اس کرم ایجا کے لئے
 ہے آسرا جو ہر دلِ ناشاد کے لئے
 تقویٰ کو کب ملا ہے تقیٰ جیسا متقی
 جو دوسخا تو وقف ہے جواد کے لئے
 جس نے مٹا دیا بن اکثم کا نازِ عقل
 صدقے سماعتیں ہیں اس ارشاد کے لئے
 جو کوئی مسئلہ ہو وہ آج ان پوچھ لو
 یہ اک صلائے عام تھی بغداد کے لئے
 منبر پہ ہوں تقیٰ تو اماں تیغِ علم سے
 شاگرد کے لئے ہے نہ استاد کے لئے
 یہ نوبرس کے سن میں بھی برحقِ امام ہیں
 یہ وصف ہے رسول کی اولاد کے لئے
 زنداں سے بھی فروغِ گلستاں نہ رک سکا
 یہ ایک تانہِ باندہ ہے صیاد کے لئے

دینِ رسولؐ جب بھی مصیبت میں گھر گیا
 آلِ رسولؐ آئی ہے امداد کے لئے
 یہ در ہے شہرِ علمِ پیغمبر کا دوستو
 اس در پہ آؤ علم کی اسناد کے لئے
 حق کی طرف سے سورۃ کوثر کی شکل میں
 انعام ہے رسولؐ کی اولاد کے لئے
 جب بھی پڑی ہے کوئی مصیبت تو دینِ حق
 آیا ہے ان کے در پہ ہی فریاد کے لئے
 دنیا اٹھیں کے در پہ آنار ہو گئی
 جن کا لہو تھا دین کی بنیاد کے لئے
 باغِ بہشت و کوثر و تسنیم و سلیل
 سب کچھ ہے فاطمہ تری اولاد کے لئے
 اس شجرۂ نسب میں ہیں کیا کیا فضیلتیں
 مرکزِ یہی ہے علمِ خدا داد کے لئے
 رکھی ہیں کیا فضیلتیں پروردگار نے
 حجر و کیل و میثم و مقداد کے لئے

مچھلی کو بند کرتا ہے مٹھی میں شاہِ دقت
 ہے امتحانِ رسولؐ کی اولاد کے لئے
 ہے ان کا نام غفلتِ تقویٰ کی اک دلیل
 ان کا نسب ہے علم کی بنیاد کے لئے
 رشتے کی لاج بھی نہ رکھی بد نصیب نے
 مامون قہر بن گیا داماد کے لئے
 کس درجہ بے گناہ پہ شدت تھی ظلم کی
 جو وجہ ننگ بن گئی شہاد کے لئے
 رکھتا ہے دل میں بغض جو آلِ رسولؐ سے
 مشہور وہ نسب تو ہے الحاد کے لئے
 ایسے خلف پہ کیوں نہ امامت کو ناز ہو
 جو وجہ افتخار ہو اجداد کے لئے
 ہے ان کے سلسلے میں ہی تقویٰ کی آبرو
 اک فخر ہے یہ سیدِ سجاد کے لئے

تقیؑ نظر بھی شعور نظر بھی دیتے ہیں
 متاع علم سے کشکول بھر بھی دیتے ہیں
 عطا جو کرتے ہیں نقد ہنر برائے ثنا
 وہی سلیقہ عرض ہنر بھی دیتے ہیں
 سخی ہیں ایسے کہ جواد نام ہے ان کا
 خدا کی راہ میں یہ گھر کا گھر بھی دیتے ہیں
 جو شب گزیدہ ہیں آئیں تقیؑ کی محفل میں
 وہ نور علم نویدِ سحر بھی دیتے ہیں
 تقیؑ کا یہ بھی ایک اعجاز رہنمائی ہے
 نشان منزل و رختِ سفر بھی دیتے ہیں
 پسند کیوں ہے سکوت ہنر شناس نہیں
 ہنر شناس تو داد ہنر بھی دیتے ہیں
 بقلے دینِ ہمیئر کے واسطے مولا
 اگر ہو سر کی ضرورت تو سر بھی دیتے ہیں

حضرت امام علی نقیؑ



آلِ اطہار کی پیروی چاہیے
 موت کے بعد کی زندگی چاہیے
 علم و صبر و قناعت بھی مل جائیں گے
 اتباعِ امامِ نقی چاہیے
 جگمگائے کا دل ان کے کردار سے
 ہم اندھیرے میں ہیں روشنی چاہیے
 ان کے در کی فقیری کو نشا ہی سمجھ
 یاں تبکدہ نہیں عاجزی چاہیے
 بارگاہِ امامِ نقیؑ پر چلو
 گر مہتیں دولتِ آگہی چاہیے
 پریش قبر کا کوئی خدشہ نہیں
 ان کے دامن سے وابستگی چاہیے

ایک دولت ہے حُبِّ علی دوستو
 اور یہ دولت ہمیں لازمی چاہیئے
 وہ مقدّر جو سلمان و بوزر کا ہے
 اس مقدّر کی تابندگی چاہیئے
 آخرت میں جو لے جائے فردوس میں
 ہم کو شاد آں وہی شاعری چاہیئے



کیا بتائیں ہمیں کہ کیا ہیں نقیؑ
 حق نگر اور حق منا، میں نقیؑ
 کیونکہ دل بند فاطمہؑ، میں نقیؑ
 اس لئے شامل کساءؑ، میں نقیؑ
 جن غریبوں کی کوئی آس نہیں
 ان غریبوں کا آسرا، میں نقیؑ
 بارہویں گُلؑ، میں باغ عصمت کے
 کیسے خوش رنگ و خوش نما ہیں نقیؑ

آپ دسویں امام، میں گویا
 دونوں عالم کے رہنما، میں نقیؑ
 زینبؑ کا ذبہ، ہوئیٰ تنائب
 علم کا ایسا معجزہ ہیں نقیؑ
 میں قدم بوس سب دزدے بھی
 کیوں کہ فرزند سیدہ ہیں نقیؑ
 ہیں سند گُلنّٰ محمّد کی
 وارثِ علم مصطفیٰؐ، میں نقیؑ
 کمسنی میں ہوئے امامِ جہاں
 علم کا ایک معجزہ ہیں نقیؑ
 میں جو مانندِ ناقۃٔ صالح
 خاصِ خاصانِ کبریا ہیں نقیؑ
 اس کو کچھ گمراہی کا خوف نہیں
 جس کی منزل کے رہنما ہیں نقیؑ
 ہیں نقیؑ جواد کے فرزند
 اس لئے صاحبِ سخا، میں نقیؑ

جانتے ہیں، انہیں خدا والے
 بالیقین حجتِ خدا، میں نقیؑ
 دیکھ لو اس میں دین کی صورت
 ایسا شفاف آئینہ، میں نقیؑ
 اس کو طوناں کا کوئی خوف نہیں
 جس کی کشتی کے نا خدا ہیں نقیؑ
 منحصر صرف زندگی پہ نہیں
 موت کا بھی تو آسرا، میں نقیؑ
 جس کو شا آداں ہے حبالِ نصیب
 اس کے ہر درد کی دوا، میں نقیؑ



حضرت امام حسن عسکریؑ

علم تفسیر قرآن اگر چاہیے
 بس حسن عسکری پر نظر چاہیے
 ہے حسن عسکری کی ولادت کا دن
 اس خوشی کا دلوں پر اثر چاہیے
 اعتراضات جتنے تھے قرآن پر
 کیسے رد ہو گئے یہ خبر چاہیے
 جس نے تفسیر لکھی ہے قرآن کی
 اس تسلیم کی اطاعت مگر چاہیے
 جس میں ہو عکسِ فکر حسن عسکریؑ
 ایسا کردار و علم و ہنر چاہیے
 ان کے شاگرد کو جو میسر ہوئی
 علم قرآن پہ ایسی نظر چاہیے
 ڈھونڈتا ہے نقائص جو قرآن میں
 ایسے کج فکر سے بھی حذر چاہیے

جس کی منزل ہو علم حسن عسکری
 راہ رو کو وہی رہ گزر چاہیئے
 ان کے فرزند سے لو لگائے رکھو
 منتظر کو سدا منتظر چاہیئے
 ان کے بیت الشرف سے ملے کی فقط
 تم کو جس مبتدا کی خبر چاہیئے
 اپنے اس شوق سجدہ سے نادم ہیں ہم
 جیسی دہلیز ہو ویسا سر چاہیئے
 بن کہے جو دکھوں کا مداوا کرے
 ہم کو اس شان کا چارہ گر چاہیئے
 کوئی قرآن کا دشمن نہ پھداسکا
 وار بھر پور اور کارگر چاہیئے
 ابر باراں بھی جس کی اطاعت میں ہو
 رہبری کو وہی راہبر چاہیئے
 فوج شاہی کی کوئی حقیقت نہیں
 شکر عسکری پر نظر چاہیئے

حضرت امام آخر الزماںؑ



ناپیجز کو اعزاز جو منبر کا ملا ہے
 یہ مدحتِ معصوم میں تائیدِ خدا ہے
 آجائے قیامت بھی ترے ساتھ تو کیلے
 یوں بھی ترے ہجر میں اک حشرِ پیا ہے
 کہتے، میں یہاں خضر بھی محروم عصا ہے
 یہ رہگذر منزلِ تسلیم و رضا ہے
 ہاں پردہ غیبت میں ہے وہ حجتِ معبود
 یہ وصف بھی منجملہ اوصافِ خدا ہے
 جذبات کے دریا میں، ہیں کانڈ کے سفینے
 ہر رُخ سے عیاں ہے جو عریضیں لکھا ہے
 تنفیث کی دنیا بھی ہے سہمی ہوئی تجھ سے
 من کر کہ تیرا جد بھی نصیری کا خدا ہے

ہر خند مجھے تابِ نظارہ نہیں لیکن
 یہ شوقِ زیارت بھی ترے در سے ملا ہے
 حالِ دل پر دردِ عریفی میں لکھا ہے
 پانی میں عریفہ نہیں دل تیرا ہا ہے
 موقوف ہوا حشر پہ دیدار کا وعدہ
 وہ حشر جو لاریب تری جنبشِ پا ہے
 کاشانۂ افکار میں ہے جس سے اُجالا
 والدِ دہی دیدہ نرگس کی ضیاء ہے
 دل بس وہی دل ہے جسے عرفانِ لا ہے
 سروہ ہے جو شائستہ نقشِ کفِ پا ہے
 آنا ترا برحق ہے مگر یہ تو بتا دے
 میری نگہ شوق کی تقدیر میں کیا ہے
 حائل جو عریفی میں ہوئی ہے لبِ دیا
 شاید وہ مرے دل کے دھڑکنے کی صدا ہے
 دنیا ترے انکار تک پہنچی ہے مولا
 ایمان زمانے میں تجھے ڈھونڈ رہا ہے



یوں زندگی کو وقفِ تولا بنا دیا
 دنیا کو دین، دین کو دنیا بنا دیا
 اک لفظ اعتبار ہے، اک لفظ انتظار
 دونوں کو وقفِ غیبتِ کبریٰ بنا دیا
 دیکھا جو بقیہ دار بہت شوقِ دید کو
 آخر اسیرِ وعدہٴ فردا بنا دیا
 شانِ حیاتِ نورِ سمجھ میں نہ آسکی
 غیبتِ کونظالموں نے معتمہ بنا دیا
 ہے یہ بھی اک شرف کہ ہمارے امام کو
 حق نے امامِ حضرت عیسیٰ بنا دیا
 تحریر میں جب آنے لگی دل کی آرزو
 آنکھوں نے آنسوؤں کو عریضہ بنا دیا
 حق نے شعاعِ مہرِ حسنِ عسکری کو آج
 نورِ نگاہِ نرگسِ شہلا بنا دیا

یہ مسئلہ مرے پروردگار حل کر دے
 جو شعر میں نے کہا ہے اے غزل کرے
 وہ کل کہ جس پہ ہے موقوف وعدہ دیدار
 مرے نصیب تو آج ہی وہ کل کر دے
 یہ العجل کی دعائیں قبول ہوں جب تک
 مری حیات کو بیگانہ اجل کر دے
 نقاب رخ کو اٹھانے کی دے اے طانت
 دگر نہ دستِ نسیم سحر کو شل کر دے
 محیط کر دیا لمحوں کو تو نے صدیوں پر
 بس اب سمیٹ کے صدیوں کو ایک پر کر دے
 یقین سہل ہے اور انتظار مشکل ہے
 کسی طرح سے یہ مشکل بھی اب تو حل کر دے
 مذاق دید کو ظفرِ نظر سے شکوہ ہے
 ہمارے حق میں کوئی فیصلہ اٹل کر دے

سہاشر تک آپ کی امامت ہے
 قائم اس پر خدا کی حجت ہے
 آپ سے اہل دل کو نسبت ہے
 انتظار آپ کی ولایت ہے
 ختم جس دن یہ انتظار ہوا
 یہ سمجھ لو وہ دن قیامت ہے
 کس کو ہے کتنا انتظار امام
 اب یہ معیار آدمیت ہے
 صاحب الامر سے جو ہو موسوم
 صرف برحق وہ آمریت ہے
 سر پہ ہے سایہ ردائے بتول
 اور زیر قدم قیامت ہے
 ہم غلامانِ بارگاہِ امام
 اپنا ایمان ان کی مدحت ہے
 حاملِ انتظار اے شادان
 ایک قائم ہے اک قیامت ہے

ہمیں نہ گردِ شِ دوڑاں کا کوئی خوف نہ غم
 کہ ہم پہ سایہِ فلکِ ن ہے وہ آسمانِ کرم
 وہ ایک قرضِ دلاؤ جو دلوں پہ ہے پیہم
 نہ کر سکیں گے ادا نقدِ جاں لٹا کے بھی ہم
 اب آ بھی جاؤ کہ دل کا عجیب ہے عالم
 نہ زندگی کی سکت ہے نہ انتظارِ کام
 ہماری وجہِ بقا ہیں ہمارے دیدۂ غم
 دے لے بنتِ پیہم کا اعتبار ہیں ہم
 دلیلِ راہ اسی در کا نور ہے پیہم
 وہ در جو سدرۂ جبریلِ فکر ہے ہر دم
 وہ زندگی نہ ہو جس میں شعورِ عشرت و غم
 وہ زندگی کا تسخیر ہے زندگی کی قسم
 خراج لیتے ہیں اہلِ شعور سے پیہم
 فصیلِ مرگ پہ لہرا کے زندگی کا علم
 زمانہ ہم سے نہ ٹکرائے کر بلا کی قسم
 ثباتِ عزمِ حبیبی کے ورثہ دار ہیں ہم

نہ کیوں خراج عقیدت ادا کرے پیہم
 ہماری فکر، ہماری زباں، ہمارا قلم
 ہماری فکر رسا کو نہ کیوں سلام کرے
 صبا کی طبع رواں، سرو کا ثبات قدم
 یہ کون کہتا ہے نرگس کی آنکھ ہے بے نور
 اسی کے نورِ نظر سے ہے تابشِ عالم
 مرے خدا میرے اشکوں کی آبرور کھلے
 سفیرِ حسرتِ دل ہیں یہ دیدہ بھرِ غم !
 ہوئیں دلوں پہ مودت کی آئینیں نازل
 کہیں کہیں متشابہ کہیں کہیں محکم
 انھیں کے درے تعقل کی بھیک ملتی ہے
 فصیلِ علم پہ لہرا رہا ہے جن کا علم
 بقدرِ ظرفِ یقین ہے شعورِ غیبت بھی
 کہیں طلب سے زیادہ کہیں امید سے کم
 نہ کیوں یقینِ شفاعت ہو آں اطر سے
 کہ راستوں سے ہی قائم ہے منزلوں کا ہجر

بس ایک مرگِ مسلسل میں مبتلا ہے جیتا
 کہ زخمِ حسرتِ دیدار کا نہیں مرہم
 ملا ہے تم کو بھی اعزازِ اولیت کا
 تمہاری گردِ سفر ہے جدت ہو کہ قدم
 اگر طلوعِ سحر دیکھ لے بستم کو
 درودِ پڑھ کے قدمِ چوم لے خدا کی قسم
 وہ منتقم جو ہے مظلوم اپنے جد کی طرح
 وہ ذوالفقار کا وارث ہے اس کے حق کی قسم



✓ جہاں کو ہو گئی عادت ہمیں ستانے کی
 حضور آکے بدل دیں فضا زمانے کی
 ہمیں نورِ دیدہ نرگس محمدِ آخند
 عطا ہوئی ہے امامت انہیں زمانے کی
 جو مانگنا ہے وہ مانگو جنابِ حجت سے
 یہی تورات ہے تقدیرِ آ زمانے کی
 امام وہ کہ پیغمبر ہوں مقتدی جس کے
 دبیر وہ کہ قیادت کریں زمانے کی
 مصیبتوں کی شبِ غم تمام ہو جائے
 کریں حضور جو زحمت نقاب اٹھانے کی
 کسی کو در سے نہ جانے دیا کبھی مایوس
 یہ ایک رسمِ پرانی ہے اس گھرنے کی
 جہاں بغیر اجازت ملک بھی آنہ سکیں
 یہ منزلت ہے تمہارے ہی آستانے کی

حضرت علی اکبر



لاریب سعادت ہے خدمت علی اکبر کی
 ہم سب کی عبادت ہے مدحت علی اکبر کی
 قرآن تو نہ لاتے تھے جبریل امیں لیکن
 وہ دیکھنے آتے تھے صورت علی اکبر کی
 اللہ کے بعد ان کا تکبیر میں نام آیا
 تا حشر ازاں میں ہے شرکت علی اکبر کی
 تعظیم سے اک بوسہ پیشانی پہ دیتے تھے
 جب دیکھتے تھے سرور صورت علی اکبر کی
 اسلام کا بچپن تھا اور ان کی جوانی تھی
 ہے دیں کے تحفظ میں محنت علی اکبر کی
 لاریب علی اکبر شبیر کی دولت، ہیں
 اور دین پیمبر ہے دولت علی اکبر کی

قرآن کی صورت ہے کلمہ ہے شہادت کا
 ہے دینِ شجاعت میں بعثت علی اکبر کی
 بھڑکے ہوئے جوانی میں قائم جو رہے حق پر
 اللہ نے دیکھی ہے قدرت علی اکبر کی
 جزا کا ربوت کے ملتی ہے پیغمبر سے
 صورت علی اکبر کی سیرت علی اکبر کی



علی اکبر کی مدحت ہو رہی ہے
 غم دنیا سے فرصت ہو رہی ہے
 کسی کا مصحف رخ ہے نظریں
 یہ پاکیزہ صحافت ہو رہی ہے
 ہے اکبر کی مودت حسبِ فطرت
 ثنا حسبِ ضرورت ہو رہی ہے
 جو شہزادہ ہے ہمیشگی پیغمبر
 اسی کی آج مدحت ہو رہی ہے

اذان میں نام ہے اکبر کا شامل
 مسلسل یہ عبادت ہو رہی ہے
 یہاں میں لکھ رہا ہوں ان کے اوصاف
 وہاں تعمیرِ جنت ہو رہی ہے
 شفاعت، مغفرت، جنت میسر
 تمہاری ہی بدولت ہو رہی ہے
 میں ان کی منقبت لکھنے نہ پایا
 مجھے خود سے ندامت ہو رہی ہے
 یقیناً رحمتِ باری کو شاداں
 ہماری بھی ضرورت ہو رہی ہے



لکھوں میں منقبتِ حضرتِ علی اکبر
 میرے قلم کے لئے لاؤ جبہ یل کا پر
 اذان نے پیکرِ انساں میں ڈھونڈھ لی پناہ
 خدا نے نام دیا ہے اُسے علی اکبر
 یہ اس کا قامتِ زیبا یہ اس کا حسنِ خرام
 نثار ہو گیا قدموں پہ فتنہِ محشر
 جوان بیٹے کو دیکھانہ ماں نے جی بھر کر
 کہیں لگے نہ جوانی کو مامت کی نظر
 صلے میں اُلفتِ جد کے خدائے برتر نے
 دیا حسینؑ کو نانا کا ہم شبیہِ پسر
 پسر کو دیکھتے ہیں احترام و شفقت سے
 حسینؑ ہی کا جگر ہے یہ احتیاطِ نظر
 یہ مئے کشانِ دلاؤ کو ازل سے ہے معلوم
 علاجِ گردشِ دوراں ہے گردشِ ساغر

عجب ہے معجزہ ذکر اکبر درو
 یہ زخیم روح کا مرہم یہ چاک دل کا رو
 بہارِ بارغِ نبی ہے حسینؑ کا گلِ رو
 بحقِ اشہد ان لا الہ الا اللہ ہو
 وہ اک درود کی آیت بشر کی صورت میں
 رسولِ حق کی شہادت حسینؑ کی خوشبو
 یہی وہ نورِ نگاہِ حسینؑ ہے جس سے
 ہوئی ہے خانۂ زینب میں روشنی ہر سو
 دلیلِ عظمتِ اسلام ہے انہیں کا شباب
 کہ جیسے جانِ چین ہو کھلی کا جوشِ نمو
 یہ کس صدا پہ تصدیق ہے لحنِ داؤدی
 یہ کس کی صوت ازاں کا ہے تذکرہ ہر سو
 یہی ہے ذریعہٗ عظیم منائے کرب و بلا
 یہی ہے منتخب امتحانِ یتیم و گلو

یہی ہے خلق میں تعبیرِ خوابِ ابراہیم
 یہی ہے ذریتِ پاک کا شعارِ نکو
 یہی ہے محسنِ دینِ خدا و پیغمبر
 کہ غارِ رخِ اسلام ہے اسی کا ہو
 نہیں میں فرطِ عقیدت آنکھ میں آنسو
 برائے دید کیا ہے مری نظر نے وضو
 جمالِ یوسفِ بازارِ کر بلا دیکھیں
 مگر نہ تابِ نظر ہے نہ دل پہ ہے قابو
 خمارِ آتنا ہے رندوں کو ذکرِ ساقی سے
 نہ فکرِ ساغر و مینا، نہ فکرِ جام و سبو
 اسی کی زلفِ معنبر کا تذکرہ کر کے
 سنوارتے ہیں نگارِ حیات کے گیسو
 خدا بھی ان کا ثنا خواں ہوا ہے اثنائے اداں
 ثنائے آلِ عبا میں مبالغہ نہ غلو

اکبر مسلی ہے نور کی صورت جناب سے
 دیکھی ہے ہم نے فال خدا کی کتاب سے
 جو پانچ، بارہ، چودہ، بہتر سے دُر ہیں
 وہ جنتی نہیں، میں ہمارے حساب سے
 قربانیوں کی روح سے پوچھو کہ دین کو
 تعبیر سے ملی ہے یہ عظمت کہ خواب سے
 کہتا ہے حسنا جو خدا کی کتاب کو
 واقف نہیں خدا کے حساب و کتاب سے
 منکر نکیر چپ ہوئے سن کر علی کا نام
 کس درجہ مطمئن ہیں ہمارے جواب سے
 ہمشکل مصطفیٰ کی ثنا ہے کہ جس نے آج
 ذرے کو ہم کلام کیا آفتاب سے
 ہم کو تو اپنے ساتی کو تر سے کام ہے
 دُنیا چلی ہے پیاس بجھانے سہراب سے

نسبت جو تھی جہاد کو عہدِ شباب سے
 نصرت قدم کو چوم کے لپیٹی رکاب سے
 گلدستہ ازاں پہ گلِ بارِغِ مصطفیٰ
 آیا حسینؑ کے نگہِ انتخاب سے
 رُخ کی ضیاء کو دیکھ کے موتاہے یہ گماں
 صبحِ ازل طلوع ہوئی ہے نقاب سے
 اہلِ دلاء میں فتنہٴ محشر کا ذکر کیا
 یہ بھی ہے مستعارِ عہدِ شباب سے

حضرت زینبؓ



وقارِ عالمِ نسواں کا اک نصاب ہو تم
 جو ہے عمل سے عبارت وہی کتاب ہو تم
 حکومتوں کا تشدد جسے نہ روک سکا
 وہی حسینؑ کا پیغام انقلاب ہو تم
 زباں سے فتح کیا ہے سوادِ کوفہ و شام
 صد اُقتوں کا درختِ شاہِ آفتاب ہو تم
 سوال جتنے اٹھائے ہیں زعمِ باطل نے
 ہر اک سوال کا دندانِ شکن جواب ہو تم
 امانتوں کو سہارا تمام عمر دیا
 خدا گواہ کہ معصومیت مآب ہو تم
 وہ جس پہ جبرائیلؑ اظہار ہو گئی قربان
 قسم خدا کی وہی روح انقلاب ہو تم

وہ جس سے جبرِ حکومت بھی کانپ جاتا ہے
 ضمیرِ ظلم پہ وہ ضربِ احتساب ہو تم
 تمہارا خطبہ ہے اعلانِ فتحِ عزمِ حسینؑ
 امینِ عظمتِ منشورِ انقلاب ہو تم
 شکستِ ظلم اب اس سے زیادہ کیا ہو گی
 کہ قید میں ہو مگر پھر بھی فتحیاب ہو تم
 تمہارے سر کی ردا پر چمِ حسینیت
 ہے جس سے فکرِ منور وہ آفتاب ہو تم
 تمہی تو بانیِ ذکرِ حسینؑ ہو زینبؑ
 جسے زوال نہیں ہے وہ آفتاب ہو تم

حضرت عباس علیہ السلام



عباس وہ پمید دینِ وفا ہوا
 جس کا علم جمالِ رُخِ کر بلا ہوا
 جانا ہو جس کو خلدِ بریں میں بے خطر
 آجائے ان کے در کا پتہ پوچھتا ہوا
 دریا نظر چڑا کے سمندر میں جا چھپے
 اب تک نہ اس کی پیاس کا قرضہ ادا ہوا
 جائے کسی کے در پہ وہ کیوں جس کو غم
 اس بارگاہِ فیض سے سب کچھ عطا ہوا
 اب تک کمی نہ آئی سخاوت میں کوئی بھی
 اب تک تمہارا بابِ کرم ہے کھلا ہوا
 عباس کو ملی ہے وراثت میں یہ صفت
 مشکل کشا کا عمل بھی مشکل کشا ہوا

تو جس کا ہمر ہے اسے کیا منہ دکھائے گی
 اے ہنرِ علقہ تری غیبت کو کیا ہوا
 عباس نے کئے ہوئے ہاتھوں کے باوجود
 اب تک ہے دینِ حق کو سہارا دیا ہوا
 ان کے کرم کو ان کی بھتیجی سے پوچھیے
 ایسا نہ کائنات میں کوئی چچا ہوا



دلوے پر ضبط کا قبضہ رہا!
 ایک طوفاں اس طرح ٹھہرا رہا
 یہ وفا کا ایسا سورج ہے کہ جو
 ڈوب کر بھی روشنی دیتا رہا
 مدحتِ عباس تھی پیشِ نظر
 میں فقط لفظِ وفا لکھتا رہا
 اک اطاعت، اک تحمل، اک وفا
 عمر بھر غازی کا سرمہ ماہ رہا

وابستہ ہو گئے جو تری بارگاہ سے
 وہ صاحبِ شجاعت و جاہ و حشم ہوئے
 تو جن کو مل گیا انھیں کوہِ نین مل گئی
 اونچے وہ سر ہوئے جو ترے درِ پیم ہوئے
 ہے تیرا نام جرأتِ اظہار کی دلیل
 جو تیکہ ہو گئے وہ بڑے محترم ہوئے
 اب تک ترے ثباتِ قدم کا ثبوت ہیں
 وہ دلوں کے جو تادمِ آخر زکم ہوئے



نشانِ عباس کا رہبر نشانِ جادواں ٹھہرا
 ہوا جو اس نشان سے دور بے نام و نشان ٹھہرا
 شبِ عاشور ناموسِ وفا کا امتحان ٹھہرا
 مگر حردوزخ و جنت کے بالکل درمیان ٹھہرا
 ابد تک واقفِ رازِ بہارِ جادواں ٹھہرا
 وہ اک غنچہ جو پابندِ نظامِ گلستاں ٹھہرا

”وفا داری بشرط استواری اصل ایمان ہے“
 یہی جذبہ تو ایمان ابو طالب کی جاں بھرا
 یہی جذبہ وراثت میں علیؑ کو ہو گیا حاصل
 جو اصل نصرت پیغمبر کون و مکان بھرا
 یہ جذبہ جب مجسم ہو گیا عباسؑ کھلایا
 شرف نسل ابو طالب میں یہ ابنِ داں بھرا
 کہا اپنا پسر زہرا نے عباسؑ دلا در کو
 دعائے فاطمہ کا یہ اثر بھی جاوداں بھرا
 جہادِ کربلا کی معرفت دونوں کو کیساں بھرا
 سو فرزندِ علیؑ، فرزندِ خاتونِ جنان بھرا
 عقیلِ نکتہ داں نے بس شجاعت ہی دیکھی تھی
 کہ معیارِ وفا بھی اس قبیلے کا نشان بھرا
 وفا اک مستقل اعزاز ہے اس خاندانِ کا
 ابو طالبؑ چل کر سلسلہ دیکھو کہاں بھرا
 پہنچے دے ذرا میری نظر کو ان کے روضے تک
 ذرا اے حشمتِ نعم اشکوں کا یہ سیلِ رواں بھرا

گراں ہے ضربِ خندق طاعتِ کونین سے لیکن
 ہے اک سجدہ جو توفیقِ دو عالم سے گراں بھرا
 اسی کے خطبہ بے لفظ سے نادم ہیں تقریریں
 خطیبِ منبر دستِ حسین اک بے زباں بھرا
 دل مضطربِ راحت کے بدلے کر بلا پہنچا
 کہاں تھی اس کی منزل اور یہ رہر وہاں بھرا



اس کے اوصاف کی حد ہے نہ فضائل کا شمار
 مدحتِ حضرت عباس علیؑ ہے دشوار
 جنگ اس کے لئے آسان تھلّ دشوار
 اپنے غصے کو کرے ضبط یہ اس کا کردار
 در ہو خیر کا وہ اب یا کہ حرم کی دیوار
 ہم نے عباسؑ میں دیکھے ہیں علیؑ کے آثار
 ہاتھ خالی کبھی جس سے کوئی آیا ہی نہیں
 بس وہ سرکار ہے عباس علیؑ کی سرکار

میرا دعویٰ ہے کہ ٹٹی جلے گی آفت سرے
 آپ یا حضرت عباسؑ تو کہیے اک بار
 کہ بلا طاعتِ معصوم کا پیمانہ ہے
 اور عباسؑ علمدار ہے اس کا معیار
 دیکھ کر دیدہ عباسؑ میں آنسو یہ کھلا
 کیسے شبنم میں بدل جاتا ہے شعلے کا فشار
 اپنے آقا کو جو تلوار کا قبضہ دے دے
 چشمِ تاریخ نے دیکھا نہیں ایسا جرّار
 جانِ شبیرؑ ترے خون کے اک پھیٹے سے
 دھل گیا چہرہ تاریخ کا سب گرد و غبار
 واقف جنبشِ ابروئے حسینؑ ابنِ علیؑ
 عالمِ رتبہٴ معصوم، اطاعتِ آثار
 کیسے زینبؑ اسے مرنے کی اجازت دے دے
 جس کی جرأت پہ ہو احساسِ تحفظ کا مدار





یہ جو ہر لڑے ہوئے دل کی صدا عباسؑ ہے
 کیوں نہ ہو لختِ دلِ مشکلِ کِشاؑ عباسؑ
 اتنا ہمشکلِ علیؑ مرتضیٰؑ عباسؑ ہے
 ہر نصیری یہ سمجھتا ہے خدا عباسؑ ہے
 جس کا معنوں ہو گیا عاشور کو سب کچیاں
 وہ خطِ جیدؑ بنامِ کربلا عباسؑ ہے
 حق ادا جس سے ہوا ہے نصرتِ معصوم کا
 یا زمانے میں ابو طالبؑ ہے یا عباسؑ ہے
 تا قیامت اس کی قسمت میں ہے اعزازِ قبل
 ایسی خاتونِ قیامت کی دُعا عباسؑ ہے
 موت ہے وہ موت جو آئے درِ شبیرؑ پر
 زندگی وہ ہے کہ جس کا آسرا عباسؑ ہے
 ہے یہی تو زورِ بازوئے حسینؑ ابنِ علیؑ
 زینب و کلثوم کے سر کی روا عباسؑ ہے

ہو گئے بازو تسلیم لکھی گئی تاریخ ضبط
 یہ شجاعت وہ ہے جس کی انتہا عباسؑ ہے
 اس کی بے دہی بھی اس کو زیر کر سکتی نہیں
 وہ بہادر و دلیر دستِ خدا عباسؑ ہے



یوں بدلا ہے بس عیب غلامی کو ہنریں
 تاریخ ہے اب تک اسی منزل کے سفر میں
 شامل رکھو اس اسم کو اور ادھر سحر میں
 یہ اسم بدل دے گا ہزیمت کو ظفر میں
 یوں جذب کیا اپنی جبین کو ترے در میں
 سودا کوئی دنیا کا نہ باقی رہا سر میں
 ہر حال میں آقا کی اطاعت تھی نظر میں
 دربار میں، میدان میں، ترائی میں، سفر میں
 آقا جو کہا بھائی نے بھائی کو ہمیشہ
 کھتی بنت پیسیر کی یہ توقیر نظر میں

لکھتا ہوں قصیدہ نبی ہاشم کے قمر کا
 اُترا ہے شرف کا یہ ستارہ مرے گھر میں
 عباسؑ نے کانوں سے نہیں دل سے سنی ہے
 جو بات تھی شبیرؑ کی خاموش نظر میں
 سورج کی جو قیمت ہے وہ پوچھے کوئی اس
 شب جس نے گزاری ہو تمنائے سحر میں
 وہ بازوئے شمشیر زن اور صبر پہ راضی
 یہ رنگ بھی تھا نخل اطاعت کے ثمر میں
 تھا تیغ پہ عباسؑ کی شبیرؑ کا قبضہ
 اس طرح شجاعت تھی امامت کے اثر میں
 شایانِ وفا ایک بھی مصرعہ نہیں شاداں
 کیا لائے ہو یہ محفل اربابِ نظر میں

وہ کام جو ہوتا ہے دعا سے نہ اثر سے
 وہ مسئلہ حل ہوتا ہے عباسؑ کے در سے
 بشیر کی مرضی تھی کہ اس دشتِ بلا میں
 یہ ابر شجاعت نہ گھلے اور نہ بر سے
 عباسؑ نے طے کی ہے اطاعت کی وہ منزل
 نادم ہیں فرشتے جہاں توفیق بشر سے
 ملتے ہی نہیں نقشِ قدم دشتِ وفا میں
 گزرا ہے خدا جانے وہ کس راگِ گذر سے
 وہ فضلِ خدا سے کبھی محروم نہ ہوگا
 جس کو کوئی نسبت ہے اِلوا الفضل کے در سے
 آقا جو کہا بھائی نے بھائی کو ہمیشہ
 دیکھا تھا بس اک بار پیمب کی نظر سے
 اسلام کی تاریخ میں عباسؑ کا کردار
 اک قرضِ وفا ہے جو اترتا نہیں سر سے



ہر دور میں جو مجرم توہینِ وفا ہے
 حق نے لے عباس فراموش لکھا ہے
 کہتے ہیں یہاں خضر بھی محروم عصا ہے
 یہ رہگذر منزلِ ایثار وفا ہے
 یہ فیصلہ تاریخ کے ملحق پہ لکھا ہے
 ان جیسا وفا دار نہ ہو گا نہ ہوا ہے
 آج اس کی تلاوت کا شرف سب کو ملا ہے
 بشیر کے ہاتھوں پہ جو قدرِ آنِ وفا ہے
 پڑتا ہے ابو طالب جرّار کا عباس
 اعزازِ وفا اس کو دراشت میں ملا ہے
 حاصل ہے اسے بابِ حوائج کی سند بھی
 یہ تا بہ ابد ضامنِ تاشیر دعا ہے
 یہ ضبط کے جس محشرِ خاموش سے گزرا
 یہ طاعتِ معصوم کے عرفاں سے ہوا ہے



جب کبھی لفظِ وفا زیرِ کلام آتا ہے
 خود بخود ذہن میں عباس کا نام آتا ہے
 خود وفا کیا ہے وفا کو بھی نہ تھی اس کی خبر
 یہ بھی اک لفظ تھا منجملۃ الفاظِ دیگر
 کس کا کردار بنا اہلِ صفا کا محسن
 کون ہے معرفتِ لفظِ وفا کا محسن
 دل تے تسلیم کیا حکمِ خدا کو کس نے
 کر دیا حاصلِ کردار وفا کو کس نے
 خود وفا جس پہ ہے نازاں وہ وفا دار کون
 منظرِ صدق و صفا پیکرِ ایثار ہے کون
 کس کا معول تھا تسلیم و رضا کا مفہوم
 کس نے دنیا کو بتایا ہے وفا کا مفہوم
 حسنِ ترکیبِ عناصر کا تقاضہ ہے وفا
 یعنی انسان کی تخلیق کا منشاء ہے وفا

یہ تعلق کا بھرم ہے، یہ رفاقت کا دقار
 دوستی کی یہ سعادت یہ نجات کا شعار
 کوئی آوارہ وطن ہو تو سہارا ہے وفا
 ہو تلام میں سفینہ تو کسار ہے وفا
 اس سے طوفان کے رخ موڑ دیئے جاتے ہیں
 اس ٹوٹے ہوئے دل جوڑ دیئے جاتے ہیں
 دل پر درد کا دوسرا بھی مٹ جاتا ہے
 اس سے تنہائی کا احساس بھی مٹ جاتا ہے
 قوتِ ضبط و شجاعت میں ترازو ہے وفا
 منعفی پیری کے لئے قوتِ بازو ہے وفا
 لشکرِ حری کے لئے ضبط کا پیکر بن جاتے
 کر بلا آئے تو تلوار کا جوہر بن جاتے
 مہرباں ہو یہ گماں پر تو یقیں بن جاتے
 پیکرِ نور میں جب سیرِ امیں بن جاتے

یہ ہو بیدار تو سرمایہ احساس بنے
 جسمِ خاکی میں سما جائے تو عباس بنے
 کیجئے صورتِ اخلاص سے تزیینِ وفا
 ایک اعزاز ہے پابندیِ آئینِ وفا
 وقت کا سب سے بُرا ظلم دلِ آزاری ہے
 حسنِ کردار کی معراجِ وفاداری ہے



”حضرت ابو طالب“



رہے عز و قار و عظمت و شان ابو طالب
 محمد مصطفیٰ خود ہیں ثنا خوان ابو طالب
 بنی پر قبل بعثت ہی تھا ایقان ابو طالب
 فزوں ایمان عالم سے ہے ایمان ابو طالب
 خدا نے نصرت حق کے لئے بھیجے تھے دیکھ کر
 بعنوانِ خدیجہ اور بعنوانِ ابو طالب
 حرم کی پاسبانی اور پیغمبر کی نگہبانی
 مسلمانوں پہ ہے تاحشر احسان ابو طالب
 انہیں تاریخ نے مانا ہے پہلا نعت گو شاعر
 کوئی دیکھے تو یہ اعجاز و جدان ابو طالب
 سینس دعویٰ ہے جن کو غیب پہ ایمان لانے کا
 ہے مثل ذات حق پر دے میں ایمان ابو طالب

نبی کی ذات و مقصد کی حفاظت اپنے سر کی
 یہ ہے دین ابو طالب یہ ایمان ابو طالب
 وہی مفہوم نصرت کا سمجھ سکتا ہے لے شادان
 جسے ہو جا اس دنیا میں عرفان ابو طالب

حکم فطرت کا عنوان پڑھتے رہو
 کیا ہے دین اور ایمان پڑھتے رہو
 نعت گو، میں ابو طالب محترم
 دم بدم ان کا دیوان پڑھتے رہو
 ان کے درجات کی معرفت کے لئے
 سورہ آل عمران پڑھتے رہو
 آنکھ میں اشک ہوں لب پہ نعت نبی
 با وضو ہو کے قرآن پڑھتے رہو
 کیا بتائیں کہ کیا شے ہے ناد علی
 یہ ہے مومن کی پہچان پڑھتے رہو

نعت زندہ جو بعنوانِ ابوطالب ہے
 نعت گوئی پر یہ احسانِ ابوطالب ہے
 سایہ سرورِ کوہِ نین نہیں مل سکتا
 یہ تہہ سایہ و امانِ ابوطالب ہے
 جب بھی کرتا ہوں تلاوتِ توبہ ہوتا ہے خیال
 جیسے قرآن نہیں، دیوانِ ابوطالب ہے
 ہیں ابوطالب جانبِ زنگہبانِ رسول
 اور الشہدائے زنگہبانِ ابوطالب ہے
 یہ جو اوراقِ در و اوراقِ ہیں اوصافِ رسولؐ
 یہ تو سب فیضِ قلمِ دانِ ابوطالب ہے
 کیسے قائم نہ رہے تابِ قیامت یہ بہار
 ایسا سرسبز گلستانِ ابوطالب ہے
 کل ایمان کے جو ہیں قبلہ و کعبہ عمران
 یہ بھی منجملہ ایمانِ ابوطالب ہے

تمیزی ہو کہ فرزدق ہو کہ دخیل کہ مکیہ
 جو بھی ہے بندہ فیضانِ ابوطالب ہے
 یہ خوفِ اوس بنے شمعِ رسالت کے لئے
 ساری اُمت پہ یہ احسانِ ابوطالب ہے
 ان کے گھر میں جو رہا سرورِ عالم کا قیام
 ایسے جبریل بھی دربانِ ابوطالب ہے
 کرمِ سرورِ کوئین ہے شاداں پہ کریم
 کا سہ لیس در فیضانِ ابوطالب ہے



”مباہلہ“



عکسِ یقینِ آلِ عباس ہے مباہلہ
 شک اور گماں کے دکھ کی دوا ہے مباہلہ
 دنیا کو کیا بتائیں کہ کیا ہے مباہلہ
 تسکینِ استجابِ دُعا ہے مباہلہ
 زیرِ کساء نہیں سرِ میداں ہیں بچپن
 آیات کا لباسِ وفا ہے مباہلہ
 واقف وہی ہیں منزلتِ اہلبیت سے
 جو جانتے ہیں حکمِ خدا ہے مباہلہ
 بحرِ اینوں کو نازِ جو روحانیت پہ تھا
 جب تو بجائے جنگِ ہوا ہے مباہلہ
 رشتوں کی ہو رہی ہے وضاحتِ عملِ سلف
 اس واسطے بنی نے کیا ہے مباہلہ

قریاء کا اس طرح سے تعارف بھی ہو گیا
 ہیں کون اہل بیت کہے گا مباہلہ
 پُر نور صورتوں کی کرامت کو دیکھ کر
 نجرانیوں نے ٹال دیا ہے مباہلہ
 حق پر نہ ہوں تو ناز عبادت بھی ہے فضول
 حق ناشناسیوں کی سزا ہے مباہلہ
 ہٹ کر تباہ کاری جنگ و جدال سے
 منشور امن و صلح و بقا ہے مباہلہ
 یکتا ہر ایک غزوه و جنگ جہاد ہے
 لیکن مباہلہ بخدا ہے مباہلہ
 اس فتح کو بھی فتح میں جانتے ہیں لوگ
 اک جنگ بر محاذ دعا ہے مباہلہ



غدير



خبر ہے سارے زمانے کو ابتلائے غدير
 کہ ذوالعشیرہ میں رکھی گئی بنائے غدير
 خدا کے دين کو روشن کرے صباۓ غدير
 وہ کو رحيم ہے جس کو نظر نہ آئے غدير
 ہیں وحیِ اول و وحیِ آخر کے مصداق
 نبی برائے خدا اور علی برائے غدير
 ہماری عمر دو روزہ میں ایک عید کا دن
 مسرتوں کا سمندر ہے بر بنائے غدير
 بقدرِ ظنِ سماعت بقدرِ ظنِ شعور
 عوام سن کے سمجھتے رہے صداۓ غدير
 خطیبِ منبرِ پالاں کے دونوں ہاتھوں پر
 بلند دونوں جہاں سے ہے رہ نماۓ غدير

قصاصِ شرکِ تولا کے ساتھ اہل نفاق
 ادا کریں گے قیامت میں خوں بہاؤ غدیہ
 وہ پل صراط سے ثابت قدم نہ گزریں گے
 عبور کر نہیں سکتے جو تنگنائے غدیہ
 وہی رہے گا قیامت کی دھوپ محفوظ
 نصیب ہوگا جسے سایہ رواٹے غدیہ
 اسی کی بھینٹ چڑھا ہے نظامِ مصطفوی
 بگاڑتا ہے سقیفہ اگر بناٹے غدیہ
 کفیلِ حب علی کا جو ہو نہیں سکتا
 وہ دل ہے تنگ بہت اسمیں کیا سنا غدیہ
 کیل و بوزد و سلمان و میثم و مقداد
 تمام عمر ملی ہے انہیں سزاؤں غدیہ

سناؤں میں تجھے ساتی کلامِ جشنِ غدیر
 بس ایک جامِ پلاسے بنامِ جشنِ غدیر
 اسی کو مدحتِ مولا کا حق پہنچتا ہے
 قبول جس نے کیا ہے پیامِ جشنِ غدیر
 یہی شرائطِ ایماں ہیں اہلِ دل کے لئے
 لحاظِ قولِ نبی، احتیامِ جشنِ غدیر
 نہ دل ہو شاد تو بچ لک سے کیا حاصل
 بہت سے رُخ ہیں شفیق رنگِ شامِ جشنِ غدیر
 میری نظر میں یہ معیار ہے مودت کا
 کہ کس کے دل میں ہے گناہِ مقامِ جشنِ غدیر
 مسلسل اک سفرِ نور ہے دلوں کے لئے
 نہ صبحِ فاعراتا بہ شامِ جشنِ غدیر
 رہ طلب میں ہمیں خوفِ گمراہی کیوں ہو
 دلوں پہ ثبت ہے نقشِ دوامِ جشنِ غدیر

سنو بغور وصیت نہیں ہے حکم ہے یہ
 رسولؐ نے جو دیا ہے بنامِ جشنِ غدیر
 وہی جہاں میں اسیر منافقت ٹھہرا
 جسے پسند نہ آیا کلامِ جشنِ غدیر
 یہی سبب ہوا اسلام کی تباہی کا
 کہ فاصیوں نے لیا انتقامِ جشنِ غدیر
 یہ آرزو ہے غلامانِ آلِ اطہر کی
 شرِ غدیر کو پہنچے سلامِ جشنِ غدیر
 ہیں تہنیت کے سزاوار اہلِ دل شادا
 کیا جنہوں نے یہاں اتہامِ جشنِ غدیر

غدیر آج بھی سرچشمہ ہدایت ہے
 یہ بات تم نے نہ پائی تمہاری قسمت ہے
 کبھی علیؑ کے فضائل سے انحراف نہ کر
 یہ انحراف شعورِ بشر کی ذلت ہے
 علیؑ کا نام بھی لو غیب کے غلام بھی ہو
 سنو یہ شرکِ نولہ بھی ایک لعنت ہے
 لبوں پہ تہنیت اور دلیں اضطرابِ حسد
 وہ بات حسبِ ضرورت یہ حسبِ طینت ہے
 کہیں تو اپنی دفاؤں کو استوار کرو
 ادھر ہو تم نہ ادھر ہو یہ کیا مصیبت ہے
 در علیؑ پہ بس اک سجدہ سپاس و خلوص
 سر نیاز کو پھر عمر بھر کی فرصت ہے
 یہ جان لو کہ پیامِ غدیر کا عرفاں
 بقدرِ ظرف ہے اور حسبِ استطاعت ہے

تمہاری گھات میں بیہم ہے عاقبت کا عذاب
 علیؑ کے بغض میں زندہ ہو یہ بھی مہلت ہے
 جو ظلم ڈھالتے ہیں شاید یہ بھول جاتے ہیں
 شکستِ دل کی صدا، بیکسوں کی ضربت
 مصیبتوں کا سمندر ہے موجزن ہر سو
 مگر جزیرہ حبِ علیؑ غنیمت ہے
 میں مدحِ خوانِ علیؑ تجھ سے اور پرشِ قبر
 یہ ضابطے کے تکلف کی کیا ضرورت ہے
 حقیقتاً مرے لفظوں کی نارسائی کو
 تمہاری وسعتِ اوصاف سے نہایت
 جو چاہتا ہوں وہ تحریر کر نہیں سکتا
 مرا خلوس مرے فکر کی ضمانت ہے

وہ خوش قسمت ہے جو سرشارِ حبالِ طہر
 محبِ ان کا وہی ہے جسکی طینت میں یہ جوہر
 غدیرِ خم کا منبر پھر غدیرِ خم کا منبر ہے
 علیؑ کے باب میں مولا کا اعلانِ مکرر ہے
 خدایا آج کس کا ذکر یہ میری زباں پر ہے
 کہ مجھ پر ضوِ نگوں اک آفتابِ ذتہ پر در ہے
 ہماری آنکھ میں اشکِ غم بسطِ پیمبر ہے
 نہ ہم کو فکرِ تربت ہے نہ ہم کو خوفِ محشر ہے
 نہ ہو وابستہ کیسے ذوالعشیرہ سے غدیرِ آخر
 عملِ ردِ عمل سے اور پس منظر سے منظر ہے
 نفاقِ الغیض حیدرِ البیت اور الفتِ عتد
 یہ دریا ہے یہ طوفانِ کشتی ہے یہ لنگر ہے
 ادبِ تسلیم کرتا ہے غدیرِ خم کے خطبے میں
 مزاجِ سبیل دزمزم و نسیم و کوثر ہے

مبارک سلسلہ ہے الفتِ آلِ پیمبر کا
 جو بندہ جاگتا تو موتی ہے جو رہ جائے تو پتھر ہے
 علیؑ میں کتنے اوصاف نصیری ساز ہیں اب بھی
 خدا لگتی کہیں تو کیا ستم ہے بندہ پر در ہے
 زکوٰۃ علم مل جاتی ہے میری فکرِ مفلس کو
 یہ دربارِ سلونی سے میری روزی مقرر ہے
 تجارت کر رہا ہے جو غم سبِ پیمبر کی
 نہ کرسی اس کی کرسی ہے نہ منبر اس کا منبر ہے
 یہودی مال کے لالچ میں عزت بھی گنوا بیٹھے
 نبی کہتے رہے دیکھو یہ خیبر ہے یہ خیبر ہے
 تاثر ہے بقدرِ ظرفِ اعلانِ پیمبر کا
 کوئی خوش ہے کوئی خاموش ہے کوئی ملک ہے
 شریعت کو شہنشاہی کی جانب موڑنے والو
 یہ تختِ دناج پر دار و درن کیوں حملہ آور ہے
 نتیجہ کچھ بھی ظاہر ہو مگر اس وقت دنیا میں
 ملوکیت جہاں بھی ہے خیمیت کی زد پر ہے



منصبِ مدحتِ جنابِ امیر
 سجدہ کراے قلم بہ این توقیر
 چار لفظوں میں دین کی تفسیر
 ذوالعشرہ، علیؑ، رسولؐ، غدیر
 بقیں فتوحاتِ جن کی شہت گیر
 وہ دلوں کو نہ کر کے تسخیر
 نہ سمجھ پاو گے بغیرِ غدیر
 ضربِ حیدر نہ سجدہٴ شبیرؑ
 شب، ہجرت سے تابہ صبحِ غدیر
 ایک ہی خواب، ایک ہی تعبیر
 اپنے اپنے چراغِ گل کر دیا
 ضوفشاں ہو گیا سراجِ منیر
 راہِ توصیفِ مرتضیٰ دے دی
 آگے اب اے قلم تری تقدیر



مقام معرفتِ مدحتِ علیؑ کیے
 وہ شاعری جسے جزوِ تمبیری کیے
 کبھی علیؑ کو سمجھ کے جو یا علیؑ کیے
 اس ایک لمحہ عرفان کو اک صدی کیے
 نصیریوں کی طرف دیکھتے نہ حسرت سے
 جو بات دل میں چھپی ہے وہ آپ بھی کیے
 یہ ایک چھوٹا سا منبر جو ہے کجاوے کا
 اسی کو مرکزِ عرفان و آگہی کیے
 جہاں پہ سب ہی غدیری مزاجِ عالم ہوں
 اسے ضرور ہماری برادری کیے
 وہ اک صدائے سلونی کی گونج ہے جس کو
 ولایت کا نور تعقل کی روشنی کیے
 جو چاہے کیے کسی کو غرض نہیں لیکن
 یہ ظلم ہے کہ اندھیرے کو روشنی کیے

بصدِ خلوص و عقیدت علیؑ شناسی کو
 سرورِ مستقل و کیفِ دائمی کہیئے
 وہ جس کو بغضِ علیؑ کے مرض میں موت گئے
 تو اس کو موت نہیں اس کو خودکشی کہیئے
 اسی کو کہتے ہیں عقلِ سلیم کی معراج
 کہ جس کے تابع مہل کو بھی ولی کہیئے
 غدیرِ خم سے فقط کربلا کو جاتی ہے
 وہ راہ جس میں اجل کو بھی زندگی کہیئے
 اگر ہو راحتِ دنیا و آخرت مطلوب
 تو جو بھی ہم نے کہا ہے وہ آپ بھی کہیئے



نجل ہوں گے نہ تیرے نقشِ پا سے
 جو سر جائے تو سر جائے بلا سے
 کسی نے جو بھی کچھ مانگا خدا سے
 اسے وہ مل گیا مشکلِ کُشا سے

جو کترایا درِ مشکلِ کُشا سے
 وہ شہِ مندرہ ہوا اپنی دُعا سے
 بخف میں جا کے یہ عقدہ کھلا ہے
 اثر کو کیا تعلق ہے دُعا سے
 غدیر اور ذوالعشیرہ کا تعلق
 خبر کا رابطہ ہے مبتدا سے
 وضاحت ہو رہی ہے ہل اتنی کی
 فضا روشن ہے نورِ امتنا سے
 نثارِ پنجتن ہے روحِ تطہیر
 ابھی جبریل ہیں باہر کسائے
 رہیں خاموش یا طوفاں میں ہٹیں
 چراغوں کو گلہ کیوں ہے ہوا سے
 مری سو بار کی چھانی ہوئی ہے
 کہو خاک درِ آلِ عبا سے
 یہ اونٹوں کے کجا دوں کا ہے منبر
 بلندی جا ملی عرشِ علا سے

ملا جو صورتِ محبِ علیؑ میں !
 میں خوش ہوا ایسے دردِ لادائے
 بنی کے حکم سے مانا ہے سب نے
 علیؑ مولا بنے حکمِ خدا سے
 جبیں میری طرف دل تیری جانب
 یہ کعبہ کہہ رہا ہے کربلا سے
 وہی میرا خدا سنا ہے شاداں
 جو کہتا ہوں نصیری کے خدا سے



زندگی میں منقبت کا حق ادا ایسا تو ہو
 غلہ میں لے جائے کوئی سلسلہ ایسا تو ہو
 ذوالعشیرہ کو مبارک باد دیتی ہے غدیر
 جو خبر کی لاج رکھ لے مبتدا ایسا تو ہو
 ہر حوالے سے جو بن جائے مودت کی اس میں
 مومنوں میں اک غدیری رابطہ ایسا تو ہو

جس کو سن کر خود بلائیں لرزہ برانداز ہو
 نام کوئی ضامنِ ردِ بلا ایسا تو ہو
 اب بھی مومن اور منافق کی کسوٹی ہے غدیر
 جادہ عرفان میں معیارِ دلائل ایسا تو ہو
 دیکھ کر حیدر کو کعبے نے نبی سے کہہ دیا
 قبلہ عالم کوئی قبلہ بنا ایسا تو ہو
 وقت کی موجوں میں بہنے سے تو کچھ حال نہیں

جو سفینے کو بچلے نا خدا ایسا تو ہو
 ایک لمحہ فیصلہ کُن لمحہ روزِ غدیر
 حسبِ ارشادِ رسولؐ دوسرا ایسا تو ہو
 جن کا مولا میں ہوں اب ان کا مولا علیؑ
 ایک اعلانِ حقیقت بر ملا ایسا تو ہو
 ایک لمحے کو قیامت تک کی صدیوں کا سلام
 حشر تک جو کام آئے فیصلہ ایسا تو ہو
 شرم سے خود سر جھکا لیں منقبانِ دین فروش
 ملک میں شورِ نظامِ مصطفیٰ ایسا تو ہو

اب شریعت کا نشیمن بجلیوں کی زد پہ ہے
 جو بچائے دین کو دستِ خدا ایسا تو ہو
 حسبِ فطرتِ دشمنی، حسبِ ضرورتِ دوستی
 مصلحتِ اندیشیوں کا سلسلہ ایسا تو ہو
 آفتابِ روزِ محشر نے کہی شاداں یہ بات
 کوئی زیرِ سایہٴ آلِ عبا ایسا تو ہو



وہ جس کو ناپسند غدیری پیام ہے /
 وہ بد نصیب اپنی انا کا غلام ہے
 اسلام میں غدیر اک ایسا مقام ہے /
 مومن کی جو سحر ہے منافق کی شام ہے
 لب پر ثنائے نائبِ خیر الانام ہے
 احساس پر ردائے درودِ سلام ہے
 یہ راز بھی غدیر کے خطبے سے کھل گیا /
 اسلام تو علیؑ کی محبت کا نام ہے

مولائے کائنات کے مولا کا ہے یہ قول
 حُبِّ علیؑ کا اجر حیاتِ دوام ہے
 آخر کو چھپ سکا نہ بتسم میں کربِ جل
 بغضِ علیؑ میں لوگوں کا جبینِ احرام ہے
 طاری ہے جس کے دل پہ دھندلکا نفاق کا
 اس کے نصیب میں نہ سحر ہے نہ شام ہے
 اعلانِ تاجِ پوشی مولائے کائنات
 جس کے بغیر کارِ نبی نامتِ سام ہے
 مشکل میں جس کے لب پہ نہ آیا علیؑ کا نام
 وہ بکر بے کنار میں بھی تشنہ کام ہے
 مفتی ہیں اور عداوتِ اولادِ مصطفیٰ
 کیسے حلال ہو گئی جو شے حرام ہے
 توصیف کر رہا ہوں میں پہلے امام کی
 لا ریب یہ کلام امام الکلام ہے
 ہے کچھ فضیلتوں کا تقاضہ نصیریت
 اے فکر احتیاط یہ نازک مقام ہے

شاداں ملول کیوں ہو غم روزگار ہے
دنیا وہ کر رہی ہے جو دنیا کا کام ہے



علیٰ کو جب کہا مولانا روئے حکم رہا تھی
اسی منزل پہ ہے سجدے میں اب تک افسانہ

غدیختم کی مے جب چادرِ تطہیر میں چھانی
ملکیت ہو گئے میخوار پی کر جامِ عرفانی
جو ہاتھ آئے شعورِ بوذری و فکرِ سلمانی
تو مل سکتی ہے انساں کو فقیری میں بھی سلطانہ

ہے اظہارِ سترت کی علامت یہ پریشانی
بہاروں کی خبر دیتی ہے گل کی چاک امانی
نہ کم ہوگی کبھی اے معترضِ تیری پریشانی
کہ مے نوشی کی عادت جا نہیں سکتی بہمانی
بہت شرمندگی ہوتی ہے بچہ کہنے والوں کو
دلوں کا حال کہہ دیتی ہے جب آنکھوں کی بُرائی

کھلے جلتے ہیں یہ چہرے جو مولائے کے مناجات
 اسے کہتے ہیں ہم قلب و نظر کی منقبت خوانی
 مرا حق سلسبیل و کوثر و تسنیم و جنت پر
 مری قسمت میں ہے نفسِ پیمبر کی ثنا خوانی
 بھٹک جاتی ہے عقلِ نارسا سبیلِ فضائل میں
 سفینوں کی خبر رکھنا کہ یہ دریا ہے طوفانی
 سفینہ غرق ہو سکتا ہے تھا کفر و ضلالت کا
 نہ ہونا سراسر اوجِ پناہ کی تیغ کا پانی
 شہنشاہِ کرم گستر کی نظروں میں برابر ہے
 وہ کشتیوں کی گدائی ہو یہاں یا تاجِ سلطانی
 برس پڑتی ہیں آنکھیں خود بخود مولائی چاہیں
 ازل سے ہے ہماری کشتِ دل چاہی و بارانی
 غدیرِ خرمِ خبر ہے مبتلائے ذوالعشیرہ کی
 کہاں چل کے پہنچی ہے کہاں تک ایک قرانی
 یہ ایک چھوٹا سا منبر ہے جو اڑھائی کجاں کا
 عطا کرتا ہے منشورِ فلاحِ نورِ انسانی

ہمیں ایمان کی منزل تو کیا رستہ نہیں ملتا
 کہاں سے لائیں طرزِ میثم و اندازِ سمانی
 دلوں پر چھوڑتے ہیں نقشِ ہم اپنی ثبت کے
 بھلا سکتا نہیں ہم کو یہاں کوئی بے آسانی
 غدیرِ خم کو دیکھو ذوالعشیرہ کے تناظر میں
 سمجھ میں آئے گی تفسیرِ تلخ پھر بے آسانی
 جہاں بھی منہ نکلا یا علیؑ جوشِ عقیدت میں
 وہیں حل ہو گئی شاداں میری مشکل بے آسانی



یہی ہمارے تحفظ کی مستقل ہے سبیل
 غدیرِ خم کا علم اور شہرِ جاں کی فصیل
 یہ کس مقام پہ لے آئی مجھ کو فکریہ جمیل
 مرے جلو میں مودب کھڑے ہیں کیوں جبریل
 مقامِ مدحِ علیؑ ہے کرامتوں کی سبیل
 یہاں پہ مسلکِ روح الامین کے ہم ہیں مثیل

مٹنا کے معنی مولا کی من گھڑت تاویل
 زمانہ اپنی ہی نظروں میں ہوسا ہے بیل
 عجیب کر سب گزرے ہیں منکرانِ غدیر
 کسی کا قلب مکتدہ کسی کی فکرِ علیل
 وہ لوگ شرکِ تولا کے مرتکب ہوں گے
 جو حبِ غیر میں اپنائیں مسلکِ تفضیل
 غریب خانہ اسلام میں اندھیرا تھا
 بنی نہ کرتے جو روشن غدیر کی قندیل
 کبھی علیؑ کے فضائل سے انحراف نہ کر
 یہ انحراف شعورِ بشر کی ہے تذلیل
 ہزار بار زمانے نے کروٹیں بدلیں
 مگر ہمارا شخص نہ ہوسکا تبدیل
 اس ایک نام کے صدقے میں ہم سلامت ہیں
 وہ نام جو کہیں اجمال ہے کہیں تفضیل
 ہم اپنی قلتِ تعداد پر بھی شاکر ہیں
 ہمیں خبر ہے کہ کیا ہے افادہٴ تقلیل

علیؑ کی مدح و توصیف پر مسلازم ہیں
 ہمیں نصیب منصب ملا ہے ایسا جلیل
 حیاتِ خضر و مسجا ملے تو کچھ کہیے
 علیؑ کی مدح کو کافی نہیں یہ عسر و قلیل
 دلائلِ آلِ نبیؐ ہے اساسِ دینِ مبیں
 اسی سے اپنے عقیدے کی ہو گئی تشکیل
 کمالِ فطرتِ پیغمبرِ غدیر کا خطبہ
 ہیں جس میں فکر کی نوریت کے روزِ جلیل
 زبورِ آلِ محمدؐ صحیفہٗ سجاد
 متاعِ نہجِ بلاغتِ شعور کی انجیل
 مگر جو ناد علیؑ ہے دلاء کا قرآن ہے
 وہ اس کی شانِ نزول اور شوکتِ تنزیل
 کبھی ہے یہ افقِ جاں پہ کوکبِ درّی
 کبھی ہے یہ مری مشکوٰۃ فکر کی قندیل
 یہ جشنِ تاجِ گزاری جانشینِ رسولؐ
 یہ عیدِ بندہٗ دُمولا و مرسل و ترسیل

اسی کے سر پر سلونی کا تاج زیبایا ہے
 کہ جس کی فکر میں قرآن ہو گیا تخیل
 مگر یہ راز منافق سمجھ نہیں سکتے
 کہ ہے غدیر ہی بس اعتبارِ دین کی کفیل
 جو ریگزار میں منبرِ بنا کجا دوں کا
 وہی ہے طورِ تولائے اہل دل کا مثیل
 نبی کے لبِ تعارف ہوا امامت کا
 پیام آئیٰ بلغِ جولائے تھے جبہِ یل
 بہ حدِ حکم یہ سب واجبِ اطاعت ہیں
 بشرطِ عصمت کامل ہے یہ مقامِ جلیل
 تو پھر حضورِ ولی الامر کیوں نہیں معصوم
 کہ جب خدا و نبی پر ہے عصمتوں کی ریں
 اسی سند تو معصوم ہیں تمام امام
 کہ ہر امامِ اولی الامر ہے بحکمِ جلیل
 وہ ان کا اول و اوسط وہ ان کا آخر و کل
 سبھی ہیں علمِ لدنی میں فائزِ التحصیل

امام اول و مولائے کائنات علی
 ہوئی ہے جن کی ولایت دین کی تکمیل
 ابھیں کی آل میں قائم امامت کبریٰ
 ہوئی جو بعد نبوت ہدایتوں کی سبیل
 بنائے عظمت دیں ہے غدیر کا پیغام
 قبول کرنے سکا جس کو وہ ہے ذہن بخیل
 ہوا غدیر کا رد عمل سیفے میں
 بروئے کار نظر آئی فطرت قابیل
 متاع دیں کی وہ لٹس پڑی کرتے ہے
 لئے تھے وقت کے عیار حرص کی زبیل
 اصول دیں ہوس اقتدار کی زد پر
 رسوم خانہ بدوشاں امور دیں میں فیل
 اساس شرع میں بدوؤں کے رسم و رواج
 ہوائے نفس کے احکام واجب التعمیل
 ہمارا ٹوٹ گئی ناقہ خلافت کی
 بدل کے بھیس شریفوں کا بڑا ہے تھے رذیل

یہ کرب ہمسفری کم نہ تھا علیؑ کے لئے
 مگر سکوتِ سلسلِ بحکمِ ربِّ جلیل
 زمانہ خود ہی سُبھکا پھر علیؑ کے قدموں پر
 تلاش کرنے کو اصلاحِ کارِ دین کی سبیل
 مزہ پہ تول کے صغین و نہروان و جل
 ہوئی جو نیام سے باہر علیؑ کی تیغِ امیل
 منافقت کے جو قرضے تھے سب چکا ڈالے
 علیؑ و آلِ علیؑ تھے جو حفظِ دین کے وکیل
 اک اتصال ہے ذی الحجّہ میں اور محرم میں
 ہوئی ہے ندیہٗ ذبحِ عظیم کی تشکیل
 منیٰ سے کرب و بلا فصل ہے تضاد نہیں
 کہ کربلا اسی اجمال کی ہے اک تفصیل
 حرم کی وجہ بقا و خونِ آلِ ابراہیمؑ
 یہ فکر شاعرِ مشرق بھی ہے اسی کی دلیل
 ”غریب و سادہ درنگیں ہے داستانِ حرم
 نہایت اس کی حسین ابتدا ہیں اسمعیل“

دعوت ذوالعشرہ

نویدِ بعثت خیر الہی ہے ذوالعشرہ میں
 کہ اعلانِ رسالت ہو رہا ہے ذوالعشرہ میں
 امین و صادق و عادل جو کہتے تھے محمد کو
 اب ان کی آزمائش بر ملا ہے ذوالعشرہ میں
 سبھی تھے معترف و بیسے تو اخلاقِ محمد کے
 عمل کی راہ میں کیا ہو گیا ہے ذوالعشرہ میں
 عمل کرتے نہیں کیوں ان کے عاشق ان کہنے پر
 زبان و دل میں کتنا فاصلہ ہے ذوالعشرہ میں
 اُمّیٰ تین دن دعوتِ مگرے نہ کچھ بسے
 کہ جیسے چپ کا روزہ رکھ لیا ہے ذوالعشرہ میں
 جو بچی بات سن سکتے تھے سچ بولتے کیسے
 زمانے کو یہ اندازہ ہوا ہے ذوالعشرہ میں
 ذرا دیکھو کہ اپنا یا ہے کس نے رو کیا کس نے
 جو اعلانِ نظامِ مصطفیٰ ہے ذوالعشرہ میں

زباں سے اپنی بے خوف و خطر سب کو سنا دیجئے
 نگاہِ دل کا جو بھی فیصلہ ہے ذوالعشرہ میں
 محبت ہے نبی سے جن کو وہ اسلام لے آئیں
 کہ تصدیقِ نبی کا مرحلہ ہے ذوالعشرہ میں
 ”جو میرا ساتھ دے گا، جانشین ہوگا وہی میرا“
 یہی ارشادِ ختم الانبیاء ہے ذوالعشرہ میں
 کسی کو کب ہوئی توفیقِ تصدیقِ رسالت کی
 کہ ہر اک آشنا نا آشنا ہے ذوالعشرہ میں
 علی ابن ابیطالب بالآخر سامنے آئے
 شجاعت کا یہی تو مرحلہ ہے ذوالعشرہ میں
 بہت تشویش تھی سب کو نبی کی جانشینی پر
 مگر یہ فیصلہ تو ہو چکا ہے ذوالعشرہ میں
 پیغمبر جو خبر دیں گے غدیر خم کے منبر سے
 اسی کی آج گویا ابتدا ہے ذوالعشرہ میں

شعب ابوطالب

نور ہے جلوہ نما شعب ابوطالب میں !
 دین محفوظ ہوا شعب ابوطالب میں
 ساری دنیا ہے مخالف تو کوئی خوف نہیں
 ہے نگہبان خدا شعب ابوطالب میں
 ہم اسے سب سے پہلے کریں گے تعبیر
 جب گئے اہل صفا شعب ابوطالب میں
 اس طرح ہو گئے کفار کے شر سے محفوظ
 کوئی خطرہ نہ رہا شعب ابوطالب میں
 اے خدا دین ہو محفوظ پیغمبر اکثر
 مانگتے تھے یہ دعا شعب ابوطالب میں
 اہل مکہ نے جو دی ترکِ مراسم کی سزا
 آگئے اہل وفا شعب ابوطالب میں
 وہ جو اک ترکِ موالات کا میناق لکھا
 سب کو وہ لے کے گیا شعب ابوطالب میں

حلقہ عاقبت و حفظِ خدا میں آئے
 چند خاصانِ خدا شعبِ ابوطالب میں
 اہلِ ایمان رہے تین برس تک محصور
 اور ہر ظلم سہا شعبِ ابوطالب میں
 ساتویں سالِ نبوت میں یہ ایذا پہنچی
 جلسِ بے جا جو ہوا شعبِ ابوطالب میں
 آلِ ہاشم نے سب تین برس تک پیہم
 ستم و جور و جفا شعبِ ابوطالب میں
 ہمت و عزم سے ان کے ہوئے دشمنِ نادام
 ظلم کچھ کم تو ہوا شعبِ ابوطالب میں
 پھر ابو جہل و ابوالخضریٰ آپس میں لڑے
 منزہِ مطعم نے دیا شعبِ ابوطالب میں
 آخرش بھاڑ دیا ابنِ عدی نے ميثاق
 سب نے یہ راز سنا شعبِ ابوطالب میں
 خود ہی صیادوں نے اس قید کو توڑا آخر
 یہ ہوا لطفِ خدا شعبِ ابوطالب میں

شب ہجرت

متحد ہو گئے کفار شب ہجرت میں
 حق کے تھے درپے آزار شب ہجرت میں
 دین برحق کو زمانے سے مٹانے کے لئے
 ایک سازش ہوئی تیار شب ہجرت میں
 ایک لشکر دیا ترتیب کہ جس میں شامل
 ہر قبیلے کا تھا سردار شب ہجرت میں
 سازش قتل پیغمبر پہ عمل کرنے کو
 جمع ہونے لگے اشرار شب ہجرت میں
 گھیر کر چاروں طرف سے وہ پیغمبر کا مکان
 قتل حضرت پہ تھے تیار شب ہجرت میں
 جتنے اصحاب تھے احباب تھے اسلام پسند
 سب کے سب ہو گئے اغیار شب ہجرت میں
 عازم ترک وطن ہو گیا خالق کا رسول
 ہوئے حالات جو دشوار شب ہجرت میں

ان کی نصت کے لئے کوئی نہ آیا ہرگز
 ہاں بحیرہ حیدر کے رُکّار شبِ ہجرت میں
 پاس جس جس کی امانت تھی علیؑ کو سو پنی
 ہو گئے آپ سبکیا رشبِ ہجرت میں
 گھر سے نکلے تو نظر آگیا شکر کا حصار
 تھے جو ظلم پہ تیار شبِ ہجرت میں
 اک حجاب ایسا پڑا قلب و نظر پر ان کے
 مخبری کرنے کے یار شبِ ہجرت میں
 چین کی بیند علیؑ سوتے رہے بستر پہ
 دشمنوں نے کیا بیدار شبِ ہجرت میں
 سامنے سارے فرشتوں کے اس اشار پہ فخر
 کرتا تھا ایزد غفار شبِ ہجرت میں
 بک گیا نفس علیؑ مرضیؑ واد کے عرص
 دیکھے گرمی بازار شبِ ہجرت میں

فتح خیبر

علم لے کر بہت جاتے رہے اغیار خیبر میں
 مگر ان سے نہ سلجھا عقدہ دشوار خیبر میں
 مسلسل تین دن جاری رہا یہ سلسلہ لیکن
 نہ کام آیا کوئی حربہ کوئی ہتھیار خیبر میں
 بنا رکھا تھا دیوانہ جنہیں مالِ غنیمت نے
 وہ دیول نے نظر آنے لگے ہتھیار خیبر میں
 قلاعِ سبع کو ڈھلانے بہت سے سورما نکلے
 مگر فتح و ظفر نے کر دیا انکار خیبر میں
 نہ امت کے سوا کچھ بھی نہ حال ہو سکا ان کو
 کہ ان کی ساری ترکیبیں ہوئیں بیکار خیبر میں
 فیصلیں بھی بہت مضبوط دروازے بھی بھاری
 مگر یہ ڈھونڈتے تھے ریت کی دیوار خیبر میں
 تمسخرِ چب اڑایا بھاگنے والوں کا مرجب نے
 جو بزدل تھے وہ شرمندہ ہوئے ہر بار خیبر میں

ہوئی جب ان کی پپائی سے انکی ہمت افزائی
 علو سمجھے نہیں ہے اب کوئی جہادِ خیر میں
 سب اپنی اپنی قسمت آزماکر تھک گئے آخر
 نظر آئے نہ لیکن فتح کے آثارِ خیر میں
 ہوئی یہ صورتِ حالات تو سب ہو گئے خالف
 نظر آئی تھی زندگِ آلودہ ہر تلوارِ خیر میں
 بالآخر سردِ کوہِ نین نے اٹھ کر یہ فرمایا
 بہت نزدیک ہے لوگو کشود کا رخیبر میں
 میں کل اس کو علم دوں گا جو میرا جانشین ہوگا
 راجل ہوگا، جری ہوگا دہی جہادِ خیر میں
 نویدِ جانشینی - مزدہ فتح و ظفر سن کر
 نظر آنے لگے سب جنگ کو تیار خیر میں
 جو حرصِ جانشینی میں بڑھاشوقِ علمداری
 تو سب آئے قریب احمد مختارِ خیر میں
 نبی سے تھے بہت نزدیک لیکن سوچتے یہ تھے
 نہ جانے کل مقدر کس کا بھیدارِ خیر میں

”رجل“ کہہ کر تعارف ثابتا ہے بھلا کس کا
 خدا جانے ہیں کس کے منتظر سرکارِ خیبر میں
 شجاعت میں نہ اُترا کوئی معیارِ پیغمبر پر
 کوئی غازی سوائے حیدرِ کرارِ خیبر میں
 پیغمبر نے پڑھی نادری اور آگے حیدر
 انہیں ہونا تھا ثابت غازی و جہاں خیبر میں
 ہوئے اک آن میں آشوبِ جنم و در و سرِ غائب
 بنیٰ نے کر دیا یوں جنگ پر تیارِ خیبر میں
 غرض میدان میں پہنچے علی ابن ابی طالب
 انہیں دیکھا پریشاں ہو گئے کفارِ خیبر میں
 دفاعی جنگ کے بدلے علیؑ نے پیش قدمی کی
 کیا قائم شجاعت کا نیا معیارِ خیبر میں
 تکر کی فصیلوں میں جو دشمن چھپ کے بیٹھے
 انہیں باہر نکالا توڑ کر پندارِ خیبر میں
 علیؑ نے کھینچ لی تیغ دو پیکرِ نیام سے باہر
 ہوئے پھر حملہ آور حیدرِ کرارِ خیبر میں

کئے مہربان کے دو ٹکڑے اکھاڑا بابا خیبر کو
 چلی بالکل نرالی شان سے تلوار خیبر میں
 پیام امن کا اک خط لے پھرتے ہیں وہ اب تک
 رُکی تھی شہ پر جبریل پر تلوار خیبر میں
 اُلٹ پھینکا فقط دو انگلیوں سے بابا خیبر کو
 کیا آسان تھا جو مرحلہ دشوار خیبر میں
 مرے جاتے تھے سارے سورما لڑکے سراپنا
 علیؑ تھے یا کوئی نولاد کی دیوار خیبر میں
 پھرا اپنی تیغ سے ٹکڑے کیا سونے کا دروازہ
 لگایا آپ نے سونے کا اک انبار خیبر میں
 علیؑ نے سب کے دامن بھر دیے سونے کے ٹکڑوں سے
 غنی ان کو بنا ڈالا جو تھے نادار خیبر میں
 انہیں ٹکڑوں پہ اب تک پل رہے ہیں انکے دشمن بھی
 جو ان کو دے گئے تھے حیدر کرار خیبر میں
 علیؑ نے بدوؤں کا حال مستقبل بدل ڈالا
 لیڑے ہو گئے قسمت سے سا ہو کار خیبر میں

معیشت اور معاشیات میں وہ انقلاب آیا
 جو مفلس قوم تھی وہ ہو گئی زراعت و تجارت میں
 کچل ڈالا غرور ارتکاز دولت و زر کو
 یہودی تمکنت کو کبر دیا مسمار خیم میں
 کوئی وقعت نہ تھی اب نخوت سرمایہ داری کی
 کھلونا بن گئے تھے درہم و دینار خیم میں
 علیؑ جب جنگ سے پلٹے تو دونوں ہاتھ خالی تھے
 دیاسب کچھ بنام ایزد عفار خیم میں
 جو گھر پہنچے تو پوچھا فاطمہ زہراؑ تے چڈرے
 سنا ہے مال و زر کسے تھے بہت انبار خیم میں
 ذرا یہ تو بتائیں آپ کے حقے میں کیا آیا
 بٹا مال غنیمت کس طرح اس بار خیم میں
 علیؑ نے سر جھکا کر کہہ دیا بنتِ پیمبر سے
 خدا کا شکر کام آئی مری تلوار خیم میں
 ملا انعام قدرت صورتِ فتح ہمیں مجھ کو
 ہوئیں جب کوششیں ہر شخص کی بیکار خیم میں

بطورِ شکر میں نے راہِ خالق میں ٹٹا یا ہے
 مرے حصّے کا تھا جو کچھ ذریعہِ بسیارِ خیر میں
 یہ سن کر شکر کا سجدہ کیا بنتِ پیمبر نے
 ہونے لگے سرخرو جو حیدرِ کرارِ خیر میں
 بہت ملتے ہیں شیدا ئی، ہیں مالِ غنیمت کے
 نہیں ملتا مگر ایسا کوئی کردارِ خیر میں

باغِ فدک

لاحق جو ہوا حرص کو آزارِ فدک کا
 اک دشمنِ دین بن گیا حق دارِ فدک کا
 تحویل میں نہرا کی رہا چار برس تک
 سن سات سے تا گیارہ سروکارِ فدک کا
 سن گیارہ میں دنیا سے سدھارے جو پیڑ
 کرنے لگے لالچ سبھی اشرارِ فدک کا
 قربی کا جو حق بیٹھی کو بخشا تھا بنی نے
 اس باغ کے درپے ہوا غدارِ فدک کا
 کی اس نے گواہوں کی طلب بنت بنی سے
 دعویٰ جو ہوا برسرِ دربارِ فدک کا
 جھٹلایا گیا صحتِ ارشادِ نبی کو
 ہراہلِ حکومت ہوا بیمارِ فدک کا
 قرآن کو کافی جو سمجھتے تھے وہ عیار
 کرتے ہی رہے آل سے انکارِ فدک کا

قرآن کسی کو کبھی کافی نہیں ہوتا
 بتلا گیا قصہ سید دربار فدک کا
 لینا ہی پڑا جھوٹی حدیثوں کا سہارا
 زہرا سے جو لینا ہوا دشوار فدک کا
 قربیٰ کو سمیڑ کے وہ کرتے انہیں تسلیم
 غیروں کو بتاتے ہیں جو حق دار فدک کا
 شاید انہیں یہ راز بھی معلوم نہیں ہے
 قرآن کی توہین ہے انکار فدک کا
 قرآن کی آیات کے معنی جو سمجھتا
 وہ نام نہ لیتا کبھی زہرا فدک کا
 ان ظالموں کے نامہ اعمال میں شامل
 ناراضگی زہرا کی ہے اور بار فدک کا
 یہ راز فقط اہلِ تولا کو ہے معلوم
 ایمان کا اقرار ہے اقرار فدک کا
 ہونست نہی سے اگر انکار فدک کا
 پھر کون ہے دنیا میں سزاوار فدک کا

جو لکھ کے پیڑ نے دیا ایک وثیقہ
 مٹھہرا دیا زہرا کو جو حق دار فدک کا
 ظالم نے وہ تحریر بنی پھاڑ کے پھینکی
 اور فاطمہ سے کر دیا انکار فدک کا
 حقدار کو کرتا ہے دہشت سے جو محروم
 تا حشر رہے گا وہ گنہگار فدک کا
 کل بعد بنی تھا جو خلافت کا طلب گار
 آیا وہ نظر آج طلب گار فدک کا
 وہ جس کو قیامت کا کوئی خوف نہیں ہے
 اس کو ہے غم اندک و بسیار فدک کا
 ہے خفگی زہرا کی سزا جن کو بھی معلوم
 وہ ذکر بھی کرتے نہیں سرکار فدک کا

محمد علی بک

شیطانت کو ذہن میں Mixture لیا
 اوتار خود اپنی ذات کو Measure لیا
 جنت لرلگی بچھو کو مٹھلا سطر فینول
 تو نے مٹھلا ام جو Ignore لیا

مشکلوں کے واسطے DISTANCE لیا
 کون سے مشکل سنا یہ SANCE لیا
 دے بستر مر نطفی کو
 سنا یا رسی